بسم اللہ الرحمن الرحیم

پروفیسر محمد اقبال جاوید☆

مقالاتِ سیرت ۔ ایک تعارفی جائزہ

پانچویں وچھٹی قومی سیرت النبی کانفرنس

وزارت مذہبی امور، حکومت پاکستان

پانچویں قومی سیرت النبی کانفرنس، جنوری ۱۹۸۱ء

ہر انسان اُن معاملات حیات میں بالخصوص کسی نہ کسی مستند اور معتبر ہدایت کا محتاج ہے جو اس کے اپنے فہم و ادراک اور احساس وشعور سے بالاتر ہیں اور ان امور زندگی میں بھی بالعموم رہنمائی کا طلبگار ہے، جنہیں اپنی سمجھ اور تجربے سے سلجھا سکتا ہے، جہاں تک انسانی ہدایات کا تعلق ہے وہ ایک حد تک معتبر ہوسکتی ہیں، مگر انہیں ہر نوع سے مسلم اور مکمل قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ انسانی سوچ بھی محدود ہے اور تجربہ بھی مسدود، ایک انسان کو مہماتِ حیات میں کن اصولوں کو اپنانا چاہئے اور کن امور سے بچنا چاہئے، یہ وہی ذات جانتی ہے جس نے انسان کو احسن تقویم بنا کر دنیا میں بھیجا ہے اور یہ علم، خالق اپنے کسی برگزیدہ بندے ہی کے ذریعے مخلوق کو منتقل کرتا ہے، انبیا کی مقدس جماعت رشد و ہدایت پر مامور، ایسے ہی منتخب انسانوں پر مشتمل ہوتی ہے، ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ انبیائے کرام کا یہ کرم پرور سلسلہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اپنے منطقی انجام تک پہنچ گیا کیونکہ نسل انسانی کے جمال کو رب کریم شباب کے کمال تک لے جانا چاہتے تھے، اور یوں اسی ایک وجودِ ذی جود

☆۔ گوجرانوالہ

ﷺ کی پیروی میں جملہ انبیا کی تعلیمات کے محاسن مع شے زائد سمیٹ دیے گئے ۔

دنیا کی محفلوں کے دیے سارے بجھ گئے
روشن جب ان کی بزم کی قندیل ہوگئی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے اُلوہی تعلیم وتربیت کا یہ نظام تکمیل کو پہنچ گیا، نتیجہ معلوم کہ اب اس میں نہ کسی ترمیم کی ضرورت رہی، نہ اضافے کی، اور اس اکمل واجمل نظامِ ہدایت کی موجودگی میں ہر انسانی ہدایت بے کار ہوگئی، حق یہ ہے کہ نبی کے سوا کسی کو بھی حقائق کا علم نہیں ہوتا اور اس علم کے بغیر دنیاوی اور اُخروی زندگی کی حقیقتوں تک رسائی نہیں ہوسکتی کہ نبی کا تعلق براہ راست ذاتِ حق سے ہوتا ہے اور خالق سے زیادہ اپنی مخلوق کی ضروریات و کیفیات سے کوئی اور کماحقہٗ آگاہ نہیں ہوتا۔ اس لئے نبی ﷺ، امی ہوتے ہوئے بھی علم کا شہر قرار پاتا ہے اور اس کا ہر حکم واضح اور ہر ہدایت روشن ہوتی ہے اور ہر نوع واجب الاذعان ٹھہرتی ہے، کیونکہ اس کا ماخذ اس کا اپنا ذہن نہیں بلکہ خالق کائنات کی حکمت وتدبیر ہوتی ہے۔

یہ ایک بے غبار صداقت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ پاک کا ہر گوشہ، آپ ﷺ کی زبانِ صدق اظہار کا ہر بول اور آپ ﷺ کے اعمال کا ہر رخ اور آپ ﷺ پر نازل ہونے والی الوہی ہدایت کا ہر لفظ، من وعن محفوظ ہے، جبکہ انبیائے سابق کی زندگیاں اور اُن کی تعلیمات پردۂ خمول میں جا چکی ہیں اور ان کے بارے میں مستند معلومات کا ماخذ بھی قرآن مجید ہی کے اوراق ہیں، یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو الگ الگ رکھا اور دونوں کو تحفظ دینے کا خصوصی اہتمام فرمایا ہے۔ گو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی حیاتِ اقدس، قرآنی تعلیمات ہی کا عکس جمیل ہے۔ گویا ربانی ضابطہ بھی محفوظ ہے اور اس پر عمل پیرا ہونے والی ذاتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک لمحہ بھی، اپنی تمام تر جزئیات کے ساتھ مرتب و منضبط ہے۔ نہ اس میں کوئی شک ہے نہ اُس میں کوئی شبہ، جبکہ دونوں لازم وملزوم ہیں کہ معلم کے بغیر کتاب، عمل کے بغیر نظریہ اور تصویر کے بغیر تصور ایک خاکہ ہے بے رنگ، ایک لفظ ہے بے معنی اور ایک جسم ہے بے روح۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی وہ تابندہ عمل ہے جس نے قرآن مجید کو، انسانی زندگی کے ہر پہلو پر حاوی، ایک ایسا ضابطہ بنا دیا ہے جس پر سیرت و کردار کا ہر حسن ناز کرسکتا ہے۔ اس سیرت کے بغیر قرآن خوبصورت الفاظ کا مرقع تو ہوسکتا ہے مگر ایک قابل عمل ذریعۂ ہدایت قرار نہیں پاسکتا، گویا قرآن کریم نے لفظی اعتبار سے اور صاحب قرآن ﷺ نے عملی لحاظ سے، بھٹکے، بکھرے اور ربھٹکے ہوئے انسان کو سکون منزل عطا کیا۔ سیرت محمد ﷺ، بقول حضرت عائشہؓ

قرآن پاک کے اوراق میں محفوظ ہے اور ان اوراق کے مطالعہ سے اخلاق محمد ﷺ کی عالمگیری اور ہمہ گیری معلوم ہوتی ہے۔ جوں جوں قرآن کے مطالعہ کا شوق فراواں ہوتا ہے توں توں اس کی تعلیمات دل میں اترتی ہیں اور سیرت محمدی ﷺ سے لگاؤ بڑھتا چلا جاتا ہے، قرآن کریم انسان کو عقلی دلائل مہیا کرتا ہے، جبکہ سیرت نبوی ﷺ قلبی دلائل عطا کرتی ہے اور یہ زمانہ کچھ ایسا ہے کہ نئی پود کو عقلی دلائل سے کہیں زیادہ قلبی دلائل کی ضرورت ہے۔

ہر دل کے لئے وجہ سکینت تری سیرت
آقا دل مفلس کی ہے دولت تری سیرت
مجبور کو ہر گام پہ دیتی ہے سہارا
بیکس کو عطا کرتی ہے قوت تری سیرت
انسان کو منزل سے بھٹکنے نہیں دیتی
ہر موڑ پہ کرتی ہے قیادت تری سیرت
اذہان میں کرتی ہے اجالا تری تعلیم
ظلمات میں ہے نور ہدایت تری سیرت
روشن ہے ترے نور سے کاشانۂ ادراک
ہے سلسلۂ فہم و بصیرت تری سیرت

آپ ﷺ ہی کی اس سیرت نے واضح کیا کہ ساری کائنات، اپنے خالق کے حکم کے تحت رواں دواں ہے اس لئے انسان کے لئے یہی لازم ہے کہ وہ خودمختاری کے بجائے مختار مطلق کے حضور میں سرتسلیم خم کردے، آپ ﷺ ہی کی تعلیم نے یہ امر روز روشن کی طرح عیاں کردیا کہ اپنے مالک کی مرضی کے خلاف، اپنی مرضی کا مالک بن جانا، حقیقت سے تصادم کے مترادف ہے، اور حقیقت سے ٹکرانے کا نقصان خود ٹکرانے والے ہی کو پہنچتا ہے، حقیقت کا کچھ نہیں بگڑا کرتا، حق سے گریز کا نتیجہ، تشکیک کے دھندلکوں اور کفر کی ظلمتوں کی شکل میں نکلا کرتا ہے اور یہی دورحاضر کا فکری المیہ ہے کہ:

ہر شخص حقائق کی کڑی دھوپ کے ڈر سے
تانے ہوئے اوہام کی چادر نظر آیا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوش پا کی چاندنی کو پا لینے کے بعد کسی اور منزل کی تلاش، توہین جستجو ہے، رہِ حیات میں، سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قدم قدم پیش نظر رکھنے کا بدیہی نتیجہ یہ ہے کہ بندہ اللہ کا

not

دوست ہو جاتا ہے اور اُسے قرب خداوندی اور مقام صدق عطا ہوتا ہے۔ یوں عشق ماہتاب حسن کے پرنور ہالے میں محصور ہو جاتا ہے۔

جب عشق اپنے مرکز اصلی پہ آگیا
خود بن گیا حسین، زمانے پہ چھا گیا

اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اللہ تعالٰی کی وہ رحمتیں اور محبتیں اور دنیا و آخرت کی وہ آسائشیں اور آلائشیں انسان کے لئے خاص ہو جاتی ہیں جن کی وسعتوں اور رسعاقوں، لطافتوں اور نظافتوں کا احاطہ سمع و بصر اور اظہار و بیان کی جملہ صلاحیتوں کے لئے بھی ناممکن ہے۔

ترے جلووں کے آگے طاقتِ شرح بیاں رکھ دی
زبان بے نگہ رکھ دی، نگاہِ بے زباں رکھ دی

اعدت لعبادی الصالحین مالا عین رایت ولا اُذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر ط

صالحین کیلئے مقرر کیا گیا وہ ایک مقام ہے جس کو کسی آنکھ نے دیکھا نہ ہو، نہ کسی کان نے اس کی تعریف سنی ہو اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کی آرائش کا خیال تک گزرا ہو۔

گویا سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پرخلوص عمل اور ذات رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی شیفتگی، ایک مسلمان کو بندگی کے مقام سے اٹھاتی اور مالک کون و مکاں کی دوستی کے شرف تک پہنچا دیتی ہے۔ یہ یحبهم و یحبونه کی شان ہے کہ عزت کی عظمت بندے کے لئے وقف ہو جاتی ہے قرآن پاک شاہد ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضرت ابراہیمؑ کو خلیل کہا، حضرت موسیٰؑ کو کلیم کہا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حبیب کہہ کر اپنا قرب عطا کیا۔

اس کائنات میں حسن و خیر کے چشمے، جہاں جہاں، جس جس، رنگ سے ابل رہے ہیں، تہذیب و تعمیر کی کہکشائیں جس جس ڈھنگ سے جلوہ ریز ہیں اور علم و نظر کے ستارے جس جس آہنگ سے دمک رہے ہیں، وہ صرف سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے اتباع کا فیض ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دورِ حاضر کی ہر تاریکی، اجالے کے لئے گنبد خضریٰ ہی کی طرف امید بھری نگاہوں سے تک رہی ہے کہ:

ہر خیر تری سیرتِ تاباں سے چلی ہے
خوشبو کی ہر اک موج گلستاں سے چلی ہے

not

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے بعد، اسلام قبول کرنے والا ہر شخص، اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کے بارے میں بالتفصیل جاننے کا فطری طور پر متمنی ہوتا تھا، یہیں سے سمجھی اعتبار سے سیرت کے مطالعہ کا آغاز ہوتا ہے، پھر زمانہ نبوت ہی میں قرآن کریم واحادیث کی جمع وترتیب کا ایک نظام متشکل ہوگیا تھا اور یوں ایک نوع سے، سیرت نویسی کی ابتدا عہد نبوت ہی میں ہو چکی تھی، جبکہ محققین کے مطابق پہلی صدی ہجری کے اواخر میں سیرت پاک پر پہلی کتاب عروۃؓ بن زبیرؓ (ولادت ۲۳ھ۔۲۹ وفات مابین ۹۱ تا ۹۹ھ) کے قلم سے مرتب ہوئی، گویہ تصنیف غزوات کے بارے میں تھی۔(۱) تب سے اب تک سیرت پاک پر ہر زبان میں بے شمار تصانیف وتالیفات، اس اعتراف کے ساتھ منصۂ شہود پر آ چکی ہیں کہ اظہار وبیان کا کوئی سا پیرایہ اور تحریر وتسوید کا کوئی سا انداز بھی آفتاب نبوت کی ہر لحظہ پھیلتی ہوئی کرنوں اور روشنیوں کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ ''جس ذات پاک کی تعریف وثنا خود رب ذوالجلال نے کی ہو، کلام اللہ جس کے اوصاف ومحاسن پر بولتا ہو، فرشتے صبح وشام جس پر درود بھیجتے ہوں، اور جس کا نام لے لے کر ہر دور میں ہزاروں انسان زندگی کے مختلف گوشوں میں زندۂ جاوید ہو گئے ہوں، اس رحمۃ للعالمین ﷺ کے بارے میں کوئی شخص اپنے قلم وزبان کی تمام فصاحتیں اور بلاغتیں بھی یکجا کرلے اور ممکن ہوتو آفتاب کے اوراق پر کرنوں کے الفاظ سے مدح وثنا کی عبارتیں بھی لکھتا رہے یا ماہتاب کی لوح پر ستاروں سے عقیدت وارادت کے نگینے بھی جڑتا رہے، تب بھی حق ادا نہیں کرسکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو کسی بھی انسانی سند کی ضرورت نہیں، حقیقت یہ ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے انسان اپنے ہی لئے کچھ حاصل کرتا ہے۔ جس نسبت سے تعلق خاطر ہوگا اسی نسبت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ایک ایسی متاع بنتا جائے گا کہ زبان وبیان کی دنیا اس کی تصویر یں بنا ہی نہیں سکتی ہے۔

کتنے ہی انسان اس خیرالبشر ﷺ کی بدولت کیا سے کیا ہو گئے، تاریخ اٹھایئے اور ورق پہ ورق پلٹئے، معلوم ہوگا کہ ایک ذات ﷺ نے چودہ صدیوں میں کروڑوں انسانوں کونشو ونما دی، بالا بلند کیا، دوام بخشا اور صرف ایک نسبت کی بدولت قیامت تک زندہ کر ڈالا، پھر یہ محض عقیدت کی بات نہیں، ارادت کا تذکرہ نہیں، اخلاص کا افسانہ نہیں، شوق کی دھن نہیں، عشق کا راگ نہیں، حسن کی ثنا نہیں، تعریف کا لہجہ یا توصیف کا زمزمہ نہیں، ہر ایک بات نپی تلی، صاف ستھری اور بولتی چالتی شہادت کے ساتھ موجود ہے۔ اور ہر عہد میں قلم اس یقین کے ساتھ سیرت کے بارے میں اٹھتے اور زبانیں متحرک رہی ہیں کہ انسان عرفان نفس کی دولت صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے حاصل کرسکتا ہے، وہی ایک ذات اقدس صلی

anjoyu not

اللہ علیہ وسلم ہے جو ہمیں شعورِ ذات، تشکیلِ ذات اور تکمیلِ ذات کے منتہیٰ تک پہنچاتی ہے۔ اسی منتہیٰ کا دوسرا نام خود شناسی، خودنگری اور علامہ اقبالؒ کے الفاظ میں خودی ہے اور خودی کا اعلیٰ ترین نمونہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں ملتا ہے۔ (۲)

وزارت مذہبی امور پاکستان کی جانب سے ہر سال میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریب سعید پر سیرت کانفرنس کا انعقاد اسی سعادت آفرین سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس سلسلے کا آغاز ۱۹۷۶ء میں پہلی بین الاقوامی سیرت کانگرس سے ہوا، اور اب تک جاری ہے اور ان مجالس میں پڑھے جانے والے مقالات کو کتابی شکل میں بھی محفوظ کیا جارہا ہے، یہ دورِ حاضر کے معروف ترین انسان کو کم سے کم وقت میں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اساسی نکات سے آگاہ کرنے کی ایک قابل قدر سعی ہے۔ افسوس کہ یہ مقالات سیرت نایاب نہیں تو کمیاب ضرور رہیں، کیونکہ یہ چھپتے ہی، مقالہ نگاروں اور کچھ سرکاری افسروں میں تقسیم ہوگئے، نہ اہل علم و دانش تک پہنچ سکے نہ عوام الناس تک۔ اور نہ ان کی دوبارہ اشاعت کا کوئی اہتمام ہوا۔ یہاں تک کہ باجود کوشش بسیار کے، احقر کی رسائی ان کی جملہ اشاعتوں تک نہیں ہوسکی، دستیاب مقالات سیرت (اس ضمن میں احقر، پروفیسر عبدالجبار شیخ، پروفیسر عطاء الرحمٰن عتیق اور عزیز مکرم محمد اعظم راٹھور کے تعاون کے لئے سراپا سپاس ہے)۔ کا تعارفی جائزہ، ایک تاریخی ادبی اور دینی ضرورت ہی نہیں، دورِ حاضر کا ایک اہم تقاضا بھی ہے اور کسی حد تک اُن مقاصد کی تکمیل بھی، جن کے لئے سیرت کی ان مجالس کا انعقاد ہو رہا ہے۔ اور وہ مقاصد درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضور ختم المرسلین و افضل النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں ہدیۂ عقیدت پیش کرنا، جن کی بدولت بنی نوع انسان کو کفر کی ظلمت سے نجات اور ہدایت کی روشنی سے تمتع نصیب ہوا۔

۲۔ عہد جدید کے انسان کی مدد کرنا تاکہ وہ اسوۂ حسنہ کی روشنی میں اپنے کردار و سیرت کی تشکیل کر سکے اور عہد حاضر کے مسائل کا حل تلاش کر سکے۔

۳۔ نوجوان دانشوروں اور محققوں میں اسلام کی صحیح روح بیدار کرنا تاکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابدی پیغام کو نہایت موثر اور مناسب طور سے دنیا میں پھیلا سکیں۔

۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ عالمگیر آفاقی قدروں مثلاً اخوت، عدل اور احسان کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ ﷺ کی سوانح اور سیرت طیبہ کی تعلیم و تحقیق کی حوصلہ افزائی کرنا۔

not

۵۔ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لاعلمی پر مبنی غلط فہمیوں اور تعصبات کو دور کرنے کے لئے مناسب وموثر طریق کار وضع کرنا۔

احقر نے اِس تعارفی تذکرے میں منتخب اقتباسات کو یوں ترتیب دینے کی اپنی سی کوشش کی ہے کہ قاری کے لئے یہ بکھرے نثر پارے ایک مربوط تحریر کی شکل اختیار کر جائیں، حق یہ ہے کہ ''مقالات سیرت'' کے ان اوراق میں وقت کے عبقری ذہنوں کی بہترین سوچیں اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لبریز دلوں کی بہترین دھڑکنیں، قلم قلم، کودے رہی ہیں۔

پانچویں قومی سیرت کانفرنس (۱۹،۲۰ جنوری ۱۹۸۱ء) کا مرکزی خیال ہے۔

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ میں عہد حاضر کے لئے پیغام''

مرتبین ہیں، پروفیسر امتیاز احمد سعید اور ڈاکٹر سیّد مطلوب حسین اور فہرست مضامین درج ذیل ہے

۱۔	پیش لفظ	سیکرٹری وزارت مذہبی امور
۲۔	خطبہ استقبالیہ	وفاقی وزیر مذہبی امور
۳۔	خطبہ افتتاحیہ	جناب جنرل محمد ضیاالحق صدر پاکستان
۴۔	کلیدی خطبہ	جناب ڈاکٹر سیّد محمد عبداللہ
۵۔	صدارتی خطاب نشست اوّل	جناب جسٹس صلاح الدین احمد
۶۔	صدارتی خطاب اختتامی نشست	جناب جسٹس کریم اللہ خاں درانی

مقالات

۷۔	سیرت مصطفیٰ ﷺ میں عصر حاضر کے لئے پیغام	جناب جسٹس (ریٹائرڈ) سیّد جمیل حسین رضوی
۸۔	سیرت مصطفیٰ ﷺ میں عصر حاضر کے لئے پیغام	پروفیسر حافظ احمد یار
۹۔	معاشرے کی تشکیل میں سیرت النبی ﷺ کی اہمیت	پروفیسر عبدالقیوم
۱۰۔	سیرت مصطفیٰ میں عصر حاضر کے لئے پیغام	پروفیسر غازی احمد
۱۱۔	حضور اکرم ﷺ مربی ومزکی	ڈاکٹر خالد علوی
۱۲۔	حضرت محمد ﷺ سب کے اور سب کے لئے	جناب حافظ نذر احمد
۱۳۔	اتباع رسول ﷺ کیوں؟	جناب سیّد فیضی

۱۴۔	حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرت کا مطالعہ سب کے لئے ضروری ہے،	پروفیسر محمد اسلم
۱۵۔	سیرت مصطفیٰ ﷺ میں عصر حاضر کے لئے پیغام	جناب لفٹیننٹ کرنل عبدالغفور
۱۶۔	سیرت مقدس ﷺ کا ابدی پیغام	پروفیسر عبدالجبار شیخ
۱۷۔	فطری نظام حیات کا نفاذ	ڈاکٹر محمد سعود

اس قومی سیرت کانفرنس کا موضوع بخن واضح نہیں ہے۔اس ابہام کی طرف جناب پروفیسر احمد یار شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی نے اپنے مقالہ میں بھی اشارہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

> بادی النظر میں اس کانفرنس کا مرکزی موضوع ''سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں عصر حاضر کے لئے پیغام'' اس لحاظ سے کچھ عجیب سا لگتا ہے کہ آنحضر صلی اللہ علیہ وسلم تو خدا کا آخری اور مکمل پیغام پہنچا چکے۔۲۳ برس آپ ﷺ نے اپنے قول وفعل سے اللہ کے پیغام کی اس طرح تبلیغ فرمائی کہ حجۃ الوداع کے موقع پر الاھل بلغت؟ کہہ کر لاکھوں کے مجمع سے اس حقیقت پر اور اپنی صداقت پر گواہی لے لی ۔اور پھر فلیبلغ الشاھد الغائب فرما کر قیامت تک کے لئے اللہ کے پیغام کو آگے پہنچانے اور پھیلانے کے لئے تمام مسلمانوں کو خود اپنا پیغامبر مقرر فرما دیا۔اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے ذریعے بھیجے ہوئے اس پیغام کو لفظاً و معناً قرآن کریم اور صاحب خلق قرآن کی سیرت، یعنی کتاب وسنت کی صورت میں محفوظ رکھنے کا وعدہ اپنے ذمہ لیا۔اور چودہ سو برس اس وعدہ کی صداقت پر شاہد عدل ہیں۔ کتاب وسنت سے ملنے والا یہ پیغام اور یہ ہدایت ،تمام انسانوں اور سب زمانوں کے لئے ہے۔پھر عصر حاضر کے لئے اب کوئی نیا پیغام دریافت کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ایسا نیا پیغام نہیں ہے جو عصر حاضر ہی کے لئے خاص ہو، کیونکہ نہ قلبی اور فکری بیماریاں نئی ہیں اور نہ کوئی پیغام ہی نیا ہے۔قرآن کریم کی فکر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پاکیزہ عمل ہر دور کے لئے ہے کہ آپ ﷺ کی سیرت ازل انوار بھی ہے اور ابد آثار بھی۔ کعبہ صفت بھی ہے اور عرفات اساس بھی ۔ایک ہمہ جہت ہمہ ساعت اور ہمہ گیر دعوت تذکیر و تطہیر کو ماضی، حال اور مستقبل کے خانوں میں بانٹنا انسب نہیں ہے۔اقبال نے کہا تھا ۔

وہی دیرینہ بیماری وہی نامحکمی دل کی
علاج اس کا وہی آبِ نشاط انگیز ہے ساقی

اور ابوالکلام آزاد کے الفاظ میں:

میرے پاس کوئی نیا نسخہ نہیں ہے، چودہ سو سال پہلے کا نسخہ ہے اور وہ نسخہ قرآن کا یا اعلان
وَلَاتَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ (۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرمان کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ:

ابتدا میں اسلام غریب تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اُسے عزت و عظمت بخشی ایک وقت آئے گا کہ یہ پھر غریب ہو جائے گا۔

المیہ یہ ہے کہ اب اسلام غریب نہیں بلکہ "غریب الغربا" ہو چکا ہے۔ ابتدا میں عرب کے کافروں کے لئے اسلامی عقائد عجیب و غریب اور اب ہم لوگ اسلام کے لئے غریب اور اجنبی ہو چکے ہیں کہ نظری طور پر جاننے اور سمجھنے کے باوجود اسلامی اصول و ضوابط گلدستۂ طاقِ نسیاں بن چکے ہیں، اور ہمارے پاس صرف اقوال کی خوشنمائی ہے جبکہ اعمال کی بے دلی ہمارے روز و شب کا ماتم کر رہی ہے ؎

نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے

حقیقت یہ ہے کہ ہر عہد، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا عہد ہے۔ قرآن کی تعلیمات اور پیغمبرانہ ہدایات محفوظ ہیں۔ بلکہ مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ تازہ تر ہو رہی ہیں اور وقت کی ہر کروٹ کے ساتھ ان کی رہنمائی کا انداز نکھرتا جا رہا ہے۔ عصرِ حاضر ہی نہیں، ہر زمانے کی ظلمت کو چاٹنے کے لئے، اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا تابندہ و درخشندہ عمل کافی و شافی ہے ؎

تجلیوں سے تری مستنیر و تابندہ
زمانِ ماضی و عصرِ رواں و آئندہ

اور ؎

ہر لمحہ، ہر صدی کا ازل سے افق افق
حل علی کا سرمدی نسخہ سنائے ہے

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سوزِ دل اور خلوصِ عمل سے عربوں کی کایا پلٹ دی اور ایک

not

ایسا سعادت آفرین انقلاب برپا ہوا کہ انسان، اندر سے بدل گیا، کردار کے تقدس نے رفتار کو ناز اور گفتار کو نیاز عطا کیا۔ غازۂ جان کی بدولت چہرے گلگوں، ہوگئے، آگہی کے اسلوب، زندگی کے آداب اور بندگی کے انداز یکسر تبدیل ہو کر رہ گئے، یہ آیات قرآنی کے سانچے میں ڈھلی ہوئی حضور ﷺ کی سیرت ہی کا فیض تھا کہ بت پرست، باخدا بن گئے، گم کردہ راہ، نشان منزل ہوگئے، اور تخریب، تہذیب کے پیرہن میں مسکرانے لگی ؎

فرمانروا کے قلب و نظر رحمتِ تمام ۔۔۔ مردِ جلیل، خضرِ ملل، والیِ امام
تو نے خیال و ذہن کو بخشا ہے وہ مقام ۔۔۔ تاریخ کی جبیں کے ستارے ترے غلام
تو نے عرب کے زندہ جنازوں کو رم دیا ۔۔۔ پامالیوں کو منصبِ گردوں حشم دیا
پہلے بھی آچکے تھے رسولانِ ذی وقار ۔۔۔ لیکن رکی نہ خلق و مساوات میں بہار
آئی نہ اعتدال پہ رفتارِ روزگار ۔۔۔ انساں کو تھا بتوں کے محاسن پہ اعتبار
بدلا وہ تو نے ذہن کو، دل کو، مزاج کو ۔۔۔ حیرت شکستہ آئنے لائی خراج کو

عصر حاضر کے لئے سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی پیغام ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں ذہن کو برنائی، دل کو رعنائی اور روح کو زیبائی عطا کی جائے تو ظاہر خود بخود بدل جائے گا، محض ظاہری لبادے بدلنے سے، دل کی کائنات نہیں بدلا کرتی۔

بدلنا ہے تو مے بدلو، نظامِ مے کشی بدلو
وگرنہ جام و مینا کے بدل جانے سے کیا ہوگا

چند اقتباسات

دنیا میں ہزاروں لاکھوں بڑے انسان ہوئے ہیں، جن کی بدولت نوع انسانی زیادہ مہذب زیادہ طاقتور، زیادہ باشعور اور زیادہ ترقی یافتہ بنی۔ ان میں افلاطون، ارسطو، کانٹ، ابن رشد اور غزالی جیسے فلسفی، نیوٹن، ڈارون اور آئین سٹائن جیسے سائنسدان، گوئٹے، شکسپیر، رومی اور اقبال جیسے شاعر، میکسیم گورکی، تاسعائی اور برناڈ شا، شیخ سعدی جیسا ادیب، اور متعدد نیک نہاد حکمران، فاتح، مقنن، مصلح اور دوسرے سب ہی طرح کے عظیم المرتبت لوگ شامل ہیں۔ ان سب نے اپنے اپنے رنگ میں نوع انسانی کی خدمت کی۔

شاعر نے اپنے حسن تخیل، اور ذوق نظر کی جولانیاں دکھا کر دنیا کو کیف وسرور بخشا۔ فلسفی نے

اپنی عقل رسا سے موت و حیات کی گتھیاں سلجھا کر ذہن انسانی کی پیاس بجھائی اور اسے جلا بخشی سائنسدان نے فطری قوتوں کی تسخیر کر کے اور نت نئی ایجادوں سے دھرتی کی جھولی بھر دی۔ادیب اور فنکار نے معاشرہ کی خرابیوں کی نشاندہی کی۔حکمران اور فاتحین نے نئی سرحدیں کھولیں اور قوموں کو نئے میدانوں سے روشناس کرایا۔مقنن اور مصلحین نے زندگی کے نظم و ضبط اور اخلاق واقدار کی اصلاح کی راہیں دکھائیں۔ بلا شبہ ان حضرات کی مساعی اس کرۂ ارضی پر بسنے والوں کی بہتری اور بھلائی کا باعث ہوئیں۔لیکن ان سب کے سوا اور ان سب سے بلند تر اللہ تعالٰی کے برگزیدہ بندوں ،انبیاء و رُسل کا گروہ ہوا ہے جو نوع انسانی کا اصل محسن ہے۔جس کے احسانات اولادِ آدم پر ان سب سے بڑھ کر ہیں،یہ حضرات ان سب سے منفرد اور عظیم ہیں۔اگر تمام انسانی مساعی نے تصویرِ حیات کی نوک پلک درست کی ہے،اور اس کو آب و رنگ دے کر جاذبِ نظر بنایا ہے،تو یہ صرف اور صرف اللہ بزرگ و برتر کے ان برگزیدہ بندوں کا گروہ ہے۔جس نے اس تصویر میں جان ڈال کر اسے جذب دروں بخشا ہے۔اگر اس مقدس جماعت کے پاک بندے مبعوث نہ ہوتے تو نوع انسانی کو شائد چلنا تو آتا،مگر اس کے قدم صحیح جہت اور منزل سے کبھی آشنا نہ ہوتے۔اس کی آنکھیں دیکھ تو سکتیں،مگر صرف سطحی اور اوپر کی چیزوں کو،اس کے کان سن تو لیتے مگر بھدے اور عارضی سروں کو۔کائنات کے حقیقی آہنگ کے لطف اندوز ہونے اور حسن عام کے جلوؤں سے فیضیاب ہونے کا سلیقہ اس معصوم اور برگزیدہ گروہ نے سکھایا ہے۔(۴)

غارِ حرا سے طلوع ہونے والے آفتاب ﷺ نے تو ہر طرف اُجالے بکھیر دیئے تھے،ہر آنے والی صبح کو سعدت بکنار کر دیا تھا۔دنیا والوں کو ایک نئی زندگی بخشی تھی۔گردشِ وقت کو بدل کر رکھ دیا تھا،لیکن آج کی ہماری دنیا میں اُس کتابِ حیات کا ورق ہی اُلٹا ہوا نظر آتا ہے حالانکہ اسلام کے اصول عقائد آج بھی اپنی جگہ قائم ہیں۔ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔توحید و رسالت آج بھی دینِ اسلام کا طغرائے امتیاز ہیں مگر آج کا مسلمان ہے کہ زندگی کی تگ و دو میں نہ تو دوسری اقوام کا ساتھ دے سکتا ہے اور نہ ہی اپنے زندانِ غم سے باہر نکلنے کی کوشش کرتا ہے،حال مست رہنے کی یہ روش اُسے مہنگی پڑ رہی ہے،حکیم الامت علامہ اقبال نے کہا تھا۔ ؎

اے کہ در زندانِ غم باشی اسیر   از نبی ﷺ تعلیم لا تحزن بگیر
ایں سبق صدیق را صدیق کرد   سرخوش از پیا و تحقیق کرد
گر خدا داری زغم آزاد شو

از خیالِ بیش و کم آزاد شو

اور تاریخ شاہد ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تعلیم:

وَلَاتَہِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَ عْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ

اور نہ کمزوری دکھاؤ اور نہ غم کرو اور تمھیں غالب آ ؤ گے، بشرطیکہ تم مومن بن کر رہے۔

اس تعلیم نے انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں وہ انقلاب عظیم پیدا کر دیا تھا کہ ان کے ذہن بدل گئے تھے۔سوچ کی راہیں تبدیل ہو گئی تھیں۔کردار نے ایک نیا رخ اختیار کر لیا تھا۔خیر و شر کے معیار اور ہو گئے تھے اور تمدن کا کوئی ایسا شعبہ نہ تھا جو اس انقلاب سے متاثر نہ ہوا ہو۔اس انقلاب نے تخریب کو تعمیر کی طرف لگایا او رزوال کو کمال کے ارتقائی مراحل دکھا کر انسانیت کو نشاۃ ثانیہ عطا کی۔نظامِ حق کی صبح درخشاں سے مطلع تہذیب کو وہ روشنی ملی کہ ایک سنہری دور کا آغاز ہو گیا جو

اَطِیْعُوْا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوْا الرَّسُوْلَ اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ کی شعاعوں سے جگمگا تا رہا ہے۔(۵)

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے چار فرائض بیان کئے ہیں:

یَتْلُوْا عَلَیْہِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْہِمْ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ

اس آیت سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے اصحابؓ کو اس وقت تک کتاب اور حکمت کی تعلیم نہیں دی جس وقت تک اُن کا تزکیہ نفس نہیں کر لیا۔ہمارا یہ مشاہدہ ہے کہ جب تک زمین درست نہ کی جائے اس وقت تک اچھے سے اچھا بیج بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔اس لئے تزکیہ کے بغیر تعلیم و تربیت ممکن نہیں ہو سکتی۔مسلمانوں کے نظامِ تربیت کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ ان کے ہاں تعلیم کے ساتھ تربیت کو بھی مدنظر رکھا گیا ہے۔(۶)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول آپ کے فعل سے مطابقت رکھتا اور آپ ﷺ کا ہر فعل آپ ﷺ کے قول کا مفسر ہوتا۔اسی بنا پر آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کو اسوۂ حسنہ کا اعلیٰ و ارفع مقام دیا گیا ہے، فرمایا:

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (الاحزاب:۲۱)

درحقیقت تم لوگوں کے لئے اللہ کے رسول مکرم ﷺ میں ایک بہترین نمونہ تھا۔

اگر آپ نے دوسروں کو اخلاق حسنہ کی تعلیم دی تو ان پر خود عمل کر کے دکھایا اگر دوسروں کو عظمت کار کی اہمیت بتائی تو خود لکڑیاں چن کر لائے۔صحابہ کرامؓ کے ساتھ ہر کام میں شرکت کی۔جنگ خندق کی کھدائی میں اگر صحابہؓ مصروف کار تھے تو آپ بھی مٹی کی ٹوکری سر مبارک پر اُٹھائے ہوئے تھے۔اگر

not

دوسروں کو صداقت وامانت کی اہمیت سے روشناس کرایا تو اپنی امانت و دیانت کا سکہ اپنے دشمنوں سے بھی منوایا اور صادق وامین کا لقب پایا آپ ﷺ نے صریح اور واضح الفاظ میں اعلان فرمایا:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلاَ تَعْقِلُوْنَ۔ (یونس:۱۶)

آخر اعلانِ نبوت سے پہلے میں اپنی زندگی کی چالیس بہاریں تمہارے درمیان گزار چکا ہوں کیا تم عقل وسمجھ سے کام نہیں لیتے۔اس اعلان کے جواب میں کوئی مخالف شخص بھی قابل اعتراض بات پیش نہ کرسکا۔ بلکہ آپ ﷺ کے صدق وامانت کا اعتراف کیا۔

اگر دوسروں کو عبادت وریاضت کی ترغیب دلائی تو خود بھی فریضۂ عبادت سرانجام دینے میں اس قدر انہماک،شغف اور محنت شاقہ سے کام لیتے کہ پائے مبارک پر ورم آجاتا۔صحابہ عرض کرتے یا رسول اللہ ﷺ! آپ کیوں اتنی تکلیف برداشت کرتے ہیں۔تو سیّد عالم ﷺ فرماتے:

افلا اکون عبداً شکوراً

کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

الغرض آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ اور سیرت طیبہ کا کوئی گوشہ ہم سے پوشیدہ نہیں۔ کتب احادیث آپ کی سیرت کے ہر پہلو پر ضوفشاں ہیں: کان خلقہ القرآن ہی آپ کے اخلاق عالیہ اور کردار سامیہ کی واضح دلیل ہے۔(۷)

اللہ کی معرفت اور اس کی رضا کا حصول تربیت نبوی کا پہلا سبق ہے۔اس کے رسوخ پر ہی ایمان وعمل کی ساری عمارت کھڑی ہوتی ہے۔حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے والا شخص یہ رسوخ دو طریقوں سے حاصل کرتا تھا۔ایک استدلالی طریقہ اور دُوسرا توجۂ رسالت۔رسول اللہ ﷺ نے عقلی تجربی وشاہداتی دلائل سے توحید الوہیت وتوحید ربوبیت کو پیش کیا اور روحانی توجہ سے مومنین کے قلوب واذہان کو ثبات استحکام حاصل کرنے میں مدد دی۔ یہ گوناگوں عالم، یہ رنگا رنگ کائنات، یہ تاروں بھرا آسمان، یہ بوقلموں زمین، یہ سورج، یہ درخت، یہ سمندر، یہ پہاڑ، یہ لاکھوں جاندار و بے جان اشیا، یہ علل اور سباب کا تسلسل، یہ تغیّر وانقلاب کا نظام، یہ کائنات کا نظم اور اس کے ذرہ ذرہ کا قاعدہ وقانون، انسان کے اندرونی قومی اور ان کی باہمی ترتیب موت و حیات کے اسرار، خواص وقوی کے رموز انسان کی خیالی بلند پروازی اور عملی عجز و درماندگی یہ باتیں ایک خالق وصانع کے اعتراف پر مجبور کرتی ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرد کی عملی تربیت کے لئے دو چیزوں کی طرف خصوصی توجہ فرمائی

ایک عبادت اور دوسرے خدمت خلق، عبادت کے ذریعے قرب الٰہی کا احساس اور جوابدہی کے تصور کو پختہ کرنا اور خدمت خلق کی وجہ سے فرد کے اندر یہ احساس پیدا کرنا کہ اس کا اصل کام نفع بخشی و فیض رسانی ہے۔ اس کے ذریعے ایثار و قربانی کا بےنظیر جذبہ پیدا ہوتا ہے اور اس میں سرفہرست مالی ایثار ہے اس سے فرد کے اندر ایسا انقلاب آتا ہے کہ وہ مفاد پرست معاشرے میں اس طرح منفرد و ممتاز نظر آتا ہے جیسے مٹی کے ڈھیر میں سونا چمکتا دکھائی دیتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جذبہ ایثار کی آبیاری کرکے فرد کے اندر سے مفاد پرستانہ رجحانات کا قلع قمع کر دیا، قرآن وسنت میں ان مثالی انسانوں کے جذبہ ایثار کی بےنظیر مثالیں موجود ہیں۔(۸)

سیرت چونکہ عملی چیز ہے اس کا تعلق بھی زیادہ تر عملی جزئیات سے ہے۔اور جزئیات عمل روزمرہ کے معمولات سے ظہور پذیر ہوتے ہیں، حرکات وسکنات اخلاق وعادات اقوال واحوال نشست وبرخاست خلوت وجلوت انفرادو اجتماع زندگی کے وہ زاویے ہیں جن سے اعمال کے اجزا مرتب ہوتے ہیں ان ہی زاویوں کی تہذیب وتربیت کا نام انسانیت ہے۔ان ہی کے صحیح رُخ سے انسان حیوانوں کی صف سے نکل کر مبرا اور ممتاز نظر آنے لگتا ہے اور ان ہی پر سیرت مطہرہ کا نافذ ہونا لازمی امر ہے کیونکہ یہی وہ معمولات ہیں جن پر سنت کی گہری چھاپ ہونی چاہئے۔ورنہ کلیات واصول کا تعلق تو قانون سازی ہوتا ہے۔جو زیادہ تر بیان وتشریح کے قابل ہوتے ہیں۔اور صرف جزئیات کے ذریعہ ہی عملی صورت اختیار کرتے ہیں، اس واسطے سے ضروری ہے کہ اتباع سنت سے جزئیات کا ایسا ڈھانچہ تیار ہو جو سیرت نبوی ﷺ کے عین مطابق اور اس کا سچا پرتو ہو۔ورنہ کلیات کا علم تو ہر ایک کے لئے ضروری نہیں کیونکہ یہ علم فرض کفایہ ہے۔جہاں پر اتباع سنت فرض عین ہے جس سے کسی مسلمان کو فرار نہیں۔امت میں چند ہی علما ہوں گے لیکن متبع سنت ہونا ہر ایک کے واسطے ضروری ہوگا۔(۹)

دنیا کو اور خود عالم اسلام کو، علوم نبوت یعنی نبوی رشد وہدایت، علم وحکمت تدبیر ملک داری اور نظام معاشرت وسیاست کی بالکل اسی طرح ضرورت ہے جس طرح ظہور قدسی کے وقت تھی، کیونکہ آپ ﷺ تاقیامت بشیر بھی ہیں اور نذیر بھی۔چونکہ حضور ﷺ کی نظر میں دین خیر خواہی کا نام ہے چنانچہ فرمایا:

الدين النصيحةُ

اس لئے خیر خواہی کے ساتھ یہ امر لازم ہو جاتا ہے کہ مذکورہ سعادتوں کو تمام عالم میں پھیلا دیا جائے، جو حضور ﷺ کی سیرت اور اسوۂ حسنہ اور تعلیم میں ہیں تاکہ دنیا راحت واطمینان اور فلاح دارین

حاصل کر سکے۔

یاد رہے کہ عصر حاضر کی ترکیب میں مغربی تہذیبی دنیا بھی شامل ہےاور سارا مشرق اور عالم اسلام بھی۔اسی سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو دو آیتوں میں سمیٹا جا سکتا ہے۔مسلمانوں کے لئے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

اور باقی عالم (عامۃ الناس) کے لئے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ

جہاں تک خاص مسلمانانِ عالم کا تعلق ہے ان کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بنیادی پیغام دو نکتوں میں جمع کیا جا سکتا ہے۔پہلا نکتہ یہ ہوگا کہ اے مسلمانانِ عالم متفق و متحد ہو جاؤ، تفریق و انتشار سے بچو، آیت: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا

بقولِ اقبال ؎

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے تا بخاکِ کاشغر

اس عالم اسلام کی جو حالت ہے وہ یقیناً تشویشناک ہے۔مسلم اقوام اپنی داخلی کوتاہیوں اور زیادہ تر درآمدی اجنبی تصورات سے مغلوب ہو کر شقاق و افتراق کی بری حالت میں ہیں جو:

اُدْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً کی روح کے منافی رویہ ہے۔اس وقت مسلم ممالک نے جن بنیادوں پر خود کو تقسیم کیا ہوا ہے وہ سراسر غیر مناسب ہیں۔چنانچہ افغانستان سے لے کر عرب اور افریقہ تک عام طور پر باہمی بے تعلقی کا عالم ہے، لہٰذا قدرتی طور سے حضور ﷺ اپنی امت کو آج بھی وہی فرمائیں گے جو عربوں سے فرمایا تھا اور اتحاد کی نعمت کی بشارت دے کر افتراق سے بچنے کی تلقین کریں گے۔

دوسرا نکتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کا یہ ہوگا کہ اے مسلمانانِ عالم اپنے اصلی نصب العین یعنی دعوتِ حق کو فراموش نہ کرو اور موعظۂ حسنۂ اسلام کو آج کے دور میں آج کی زبان اور آج کے محاورے میں پیش کرو اور حکمتِ تسخیرِ کائنات سے بہرہ مند ہو جاؤ۔دوسروں کی ٹکنالوجی سے مرعوب ہو کر نہیں بلکہ: وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ

کے علاوہ ایمان و یقین، اعمالِ صالحہ اور یوم آخرت کے ایقان سے مستحکم ہو کر، اس اصول پر آگے بڑھو جس کا درس سیرت نبوی ﷺ میں ملتا ہے۔وہ درس خدا کے ارشاد: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ

جَمِیْعاً وَّلاَ تَفَرَّقُوْا میں ہے۔(۱۰)

یہ حبِ مال اور ترسِ مرگ کے فتنے ہیں، جنہوں نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے اور غالباً اسی لئے ناکامی و نامرادی ہمارا مقدر بن چکی ہے۔اسی کا نام خدا اور رسول ﷺ سے اعراض ہے۔اس کے برعکس اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے ایسی استقامت نصیب ہوتی ہے جو تمام جذبات پر غالب آ جاتی ہے، یہی وہ استقامت ہے جو نفسانی زندگی کو کالعدم کر دیتی ہے اور انسان

بلٰی من اسلم وجھهٗ للّٰہِ وھو محسن

کے تحت ذبیحہ بن کر اللہ کے آگے اپنی گردن رکھ دیتا ہے اُس کے وجود کے تمام پرزے اور نفس کی تمام قوتیں فرمانِ خداوندی سے مغلوب ہو جاتی ہیں اور وہ بے اختیار ہو کر پکار اٹھتا ہے:

ان صلاتی ونسکی ومحیای و مماتی للّٰہِ رب العالمین ط

میری نماز اور میری قربانی اور میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا سب خدا کے لئے ہے جو جہانوں کا پالنے والا ہے۔(۱۱)

معاشرے کے بے شمار مسائل ہیں جن سے عوام دوچار ہوتے ہیں۔کوئی بیمار ہے، کوئی بھوک کا ستایا ہوا، کوئی بیوہ اور بے کس عوت ہے۔کوئی مسکین بدحال ہے، کوئی یتیم رہ گیا ہے اور اس کا کوئی پرسان حال نہیں، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں ان تمام مسائل کے بارے میں ہدایات موجود ہیں۔قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

الساعی علی الارملة والمسکین کالمجاھدفی سبیل اللّٰہ (بخاری)

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص کسی بیوہ عورت اور کسی مسکین کی حاجتوں اور ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے کوشاں رہتا ہے تو اس کا درجہ مجاہد فی سبیل اللہ کے برابر ہے۔ظاہر ہے کہ ایک مجاہد اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے جان و مال کی قربانی پیش کرنے کے لئے گھر سے نکلتا، وہ دین کے ناموس اور ملت کے وقار کے لئے میدان جہاد میں نکل آتا ہے، اس کا درجہ بہت بلند ہے اس کا صلہ اور بدلہ جنت کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے، معاشرے میں کسی بیوہ عورت اور کسی مسکین کی اعانت کرنے والے کا مقام و درجہ بھی مجاہد کے درجے سے کسی صورت کم نہیں۔وہ محنت و مشقت کر کے روزی کماتا ہے اور ذاتی عیش و عشرت کے بجائے وہ معاشرے کے نادار اور ضرورت مند افراد کی زندگی کا سہارا بن کر ان کی تلخیوں کو کم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ کو یہ کوشش اتنی پسند ہے کہ وہ ایسے شخص کو وہی مقام عطا کرتا ہے جو ایک مجاہد فی سبیل اللہ کے لیے

مقرر ہے۔ یہی صورت یتیم کی کفالت کرنے والے کی ہے۔ایک یتیم بچہ شفقت پدری سے محروم ہو جاتا ہے۔اور بعض اوقات مہر مادری سے بھی تو اس صورت میں معاشرے میں اس کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو معاشرے کے ہر فرد کا خیال اور ہر فرد کی تکلیف اور ضرورت کا احساس ہے۔ آپ ﷺ نے دو انگلیاں کھڑی کر کے فرمایا کہ یتیم کی سرپرستی اور کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح میرے ساتھ ہوگا جس طرح یہ دو انگلیاں ساتھ ساتھ ہیں (۱۲)۔

اسلام کی ابدیت کی میرے نزدیک ایک دلیل یہ ہے کہ ختم المرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ قرآن پاک کسی نظام حکومت کے متعلق کھل کر بات نہیں کرتا۔اصول بیان کرتا ہے کہ ان کے معاملات مشورے سے طے پاتے ہیں اور اللہ تعالی کے رسول ﷺ کو حکم ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ۔

اور یہ ایسے عالم میں حکم ہو رہا ہے جس میں وحی ربانی کا نزول جاری ہے۔قدم قدم پہ ہدایات آرہی ہیں۔اللہ تعالی خود رہنمائی فرما رہے ہیں۔ہر معاملے میں احکام نازل ہو رہے ہیں۔عین اس عالم میں رسول کو حکم ہے کہ دنیاوی معاملات میں اور سیاسی معاملات میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ فرمالیجئے۔یہ اصل اصول بتا دیا کہ باہمی مشورے سے حکومت کے کام طے پاتے ہیں اگر کسی انسان کا کلام ہوتا اگر کسی شخص کا بنایا ہوا مذہب ہوتا، تو وہ کہتا اس میں اس قسم کے پروہت ہوں گے۔اس میں اس قسم کے حاکم ہوں گے،اس میں اس قسم کے سردار ہوں گے۔لیکن اس خالق کائنات کو یہ پتہ تھا کہ وہ زمانہ آئے گا کہ انسان خلاؤں کا سفر کرے گا۔ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ انسان شاید کوئی روبٹ قسم کی مخلوق پیدا کرے گا، ممکن ہے کمپیوٹرز کے ذریعے اپنے پہ کوئی نظام حکومت قائم کرلیں تو اللہ کا کلام ابدی نہ ہوتا اگر وہ کہتا تمہارا حکومتی نظام یوں ہوگا، اصول بیان کر دیا اور موقع دے دیا جتنی تمہاری طاقت ہے جتنی تمہاری فکر وسعت اختیار کرے جتنا تمہارا عقل، شعور آگے بڑھے جس قسم کے زمانے کو تم پاؤ اس کے مطابق نظام قائم کرلو۔(۱۳)

اس مجسم شفقت ورحمت ذات نے صرف حامیوں اور پیروکاروں کو ہی خوشخبریاں نہیں پہنچائیں، بلکہ خون کے پیاسوں اور دشمنوں کو بھی زندگی کی نوید سنائی۔آپ ﷺ نے نیکوکاروں کو ہی اپنے لطف وکرم سے نہیں نوازا بلکہ گنہگاروں پر بھی رحمت کی بارش کی۔گندگی سے لتھڑے ہوئے انسانوں کو سینے سے لگایا، گمراہی کے کیچڑ میں پھنسی ہوئی شخصیتوں کو نکالا۔گرتوں کو تھاما ڈگمگاتوں کو سنبھالا اس حد تک کہ گھمبیر اندھیرے یکایک روز روشن کی صورت اختیار کر گئے۔لغزش پا میں گرفتار سیدھی چال چلنے لگے اور راہ سے

بھٹکے ہوئے چشم زدن میں ہادی و رہنما بن گئے۔

انسان تشنہ کامی سے جاں بلب ہے۔اس کی تشنگی دور ہونے کا سامان نظر نہیں آتا۔وہ متلاشی نظروں سے چار سو دیکھ رہا ہے، لیکن اسے گوہر مراد ہاتھ نہیں آرہا، وہ اندھیروں میں ٹھوکھا رہا ہے، اسے روشنی کی کرن نظر نہیں آتی۔اسباب تعیش اس کی روح کے لئے نشتر بن رہے ہیں۔زندگی کی سہولتیں اس کے دل و جان کے لئے سنہری زنجیریں ثابت ہو رہی ہیں، وہ من کا سکھ تلاش کر رہا ہے، وہ دل کا چین ڈھونڈ رہا ہے، رُوح کا سکون طلب کر رہا ہے، ذہنی آرام کی بھیک مانگ رہا ہے۔کیونکہ یہی وہ دولت ہے جو سائنس کی تمام تر ایجاد انگیزیوں، فلسفہ کی تمام موشگافیوں، ارباب علم و فن کی تمام تر نکتہ طرازیوں اور اہل سیادت و سیاست کی تمام تر بیان بازیوں کے باوصف انسان کو میسر نہیں ہے۔وہ ''شانتی کے محل'' تو بنا رہا ہے، لیکن اس کے من کو شانتی نصیب نہیں، وہ گیت اور بھجن تو گا رہا ہے، لیکن اس کی روح کے تار خموش ہیں۔وہ کتابوں کے اوراق تو الٹ پلٹ رہا ہے لیکن اس کی اپنی کتاب زندگی کے اوراق پریشان ہیں۔ایک احساس کوفت ہے۔ایک طرح کی تکان ہے، ایک طرح کا قلق ہے۔ایک قسم کی اکتاہٹ ہے جو عصر حاضر کے انسان پر طاری ہے۔اور وہ اس بوجھ تلے دبا دبا سا نظر آرہا ہے۔اس کیفیت سے رہائی پانے کا سب سے مؤثر اور کارگر ذریعہ ایک ہی ہے کہ عصر حاضر کا انسان اس ذات گرامی کا سہارا لے جن کی بدولت زمانے سنور گئے، مقدر بن گئے، بربادیاں آبادیاں کی صورت اختیار کر گئیں۔بیماریاں شفا بن گئیں، ذہن روشن ہو گئے۔دل منور ہو گئے۔آنکھیں پرنور ہو گئیں۔اور روح پر کیف و سرور چھا گیا۔(۱۴)

ہمیں صرف اور صرف امام الاولین والآخرین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہی ایسی نظر آرہی ہے جن کے حالات زندگی کا مطالعہ کرنے اور ان کی پیروی کرنے کی دعوت ہم تمام بنی نوع انسان کو دیتے ہیں۔اس لئے نہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور آپ ﷺ کو اپنا ہادی و رہنما مانتے ہیں بلکہ اس لئے کہ آپ ﷺ ایک انسان کامل تھے، دیوتا یا فرشتہ نہ تھے۔آپ ﷺ نے ساری عمر ایک انسان کی طرح گزاری اور آپ ﷺ کی زندگی سے عام و خاص کو سبق ملتا ہے۔آپ نے بادشاہی میں فقیری کی۔خود اپنے پیٹ پر پتھر باندھے اور دوسروں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا۔پیغمبر ہو کر بھی عام مسلمانوں کے ساتھ کام کاج میں ہاتھ بٹایا۔مسجد قبا کی تعمیر اور خندق کی کھدائی میں صحابہ کرامؓ کے ساتھ مل کر پتھر اور مٹی اٹھائی، جج بن کر مقدمات کے فیصلے کئے، سپہ سالار کی حیثیت سے متعدد بار فوجوں کی کمان کی۔باپ کی حیثیت سے اولاد کی تربیت کی، ایک مثالی خاوند کی حیثیت سے ازواج مطہرات کے ساتھ زندگی بسر کی۔ایک قانون ساز بن

not

کر ہمیں ابدی قانون دیا جس پر عمل کر کے ایک انسان دونوں جہاں میں سرخرو ہوسکتا ہے۔معلم اخلاق بن کر ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہؓ کے اخلاق سدھارے۔جنہیں بقول عمر فاروقؓ اونٹ چرانے کا سلیقہ نہیں آتا تھا، انہیں تربیت دے کر مثالی حاکم بنا دیا۔وہ خانہ بدوش عرب جن کا کوئی گھر گھاٹ نہ تھا،ان کو مراکش سے کاشغر تک اور جنوبی فرانس سے چین تک کا حاکم بنا دیا۔دنیا میں اتنی قلیل مدت میں اتنا پائیدار انقلاب برپا کر دیا جس کی مثال انسانیت کی تاریخ میں نہیں ملتی، دنیا کا کوئی بھی شخص ہو،وہ چاہے اپنے ہی نقطہ نظر سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیبہ اور سیرت پاک کا مطالعہ کرے،اُسے اپنے مطلب کی بہت سی چیزیں مل جائیں گی (۱۵)

الغرض آج کفر کی تاریکیوں نے اسلام کے نور کو پھر گھیرا ہوا ہے۔آج مسلمان محروم یقین ہیں، آج نہ ہمارے سجدوں میں کوئی کشش ہے، نہ ہماری دعاؤں میں کوئی تاثیر، ہماری دنیاوی زندگی خراب اور اخروی زندگی سراب بن چکی ہے، آج ہماری بے بسی اور بے کسی پر ساری دنیا ہنس رہی ہے، مگر ہمیں اپنی حالت پر رونا نہیں آتا، بے یقینی کی اس جانکنی میں ضروری ہے کہ ہم ایک بار پھر پرانے عہد کو تازہ کریں، اپنے دل میں اللہ اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پیدا کریں، آپ ﷺ کے ارشادات کو اپنی زندگی کا واحد رہنما قرار دیں۔کیونکہ آپ ﷺ ہی کی ذات بے ٹھکانا انسانیت کا آخری سہارا ہے۔آپ ہی کا سایہ دیوار ہے۔جس سے ہر دکھی ہوئی پیٹھ ٹیک لگا سکتی ہے، آپ ﷺ کی سیرت کو اپنانے ہی سے بصارت کو بصیرت، عمل کو حسن، لفظ کو تاثیر، قلم کو بانکپن خیال کو رفعت، دل کو سرور اور تصور کو رعنائی مل سکتی ہے، کہ آپ ﷺ نور الہدیٰ بھی ہیں، کہف الوریٰ بھی، قبلۂ اغنیا بھی ہیں اور کعبۂ صفیا بھی، مطلع دل کشا بھی ہیں اور مقطع جاں فزا بھی۔اور ''مقالات سیرت'' کے اس مطالعاتی جائزے کا مقصود و مدعا بھی یہی ہے کہ ؎

لوٹ جا عہد نبی ﷺ کی سمت رفتار جہاں
پھر مری درماندگی کو ارتقا درکار ہے

چھٹی قومی سیرت النبی کانفرنس ۹،۱۰ جنوری ۱۹۸۲ء

اس کانفرنس کا مرکزی خیال تھا

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلم اخلاق''

اور فہرست مضامین درج ذیل ہے۔

۱۔ پیش لفظ سیکرٹری وزارت مذہبی امور

۲۔	خطبہ استقبالیہ	الحاج نواب محمد عباس خان عباسی (وفاقی وزیر مذہبی امور)
۳۔	خطبہ افتتاحیہ	جنرل محمد ضیاء الحق (صدر پاکستان)
۴۔	کلیدی خطبہ	جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمن چیرمین اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان
۵۔	صدارتی خطبہ اجلاس اول	جسٹس شیخ آفتاب حسین (چیرمین فیڈرل شریعت کورٹ)
۶۔	صدارتی خطبہ اجلاس دوم	راجہ محمد ظفر الحق (وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات)
۷۔	صدارتی خطبہ اختتامی اجلاس	الحاج نواب محمد عباس خان عباسی (وفاقی وزیر مذہبی امور)
۸۔	حضور اکرم بحیثیت معلم اخلاق	الحاج زکریا کا مدار (مشیر حج)
۹۔	حضور اکرم بحیثیت معلم اخلاق	جسٹس کریم اللہ درانی
۱۰۔	نبی اکرم ﷺ بحیثیت معلم اخلاق	مولانا عبداللہ خلجی (مشیر مذہبی امور بلوچستان)
۱۱۔	حضور ﷺ کا منصب و مقام	علامہ سید محمود احمد رضوی
۱۲۔	نعت عظمیٰ	مولانا حافظ محمد شفیع اوکاڑوی
۱۳۔	عدل و اعتدال	ڈاکٹر اسرار احمد
۱۴۔	دین مصطفوی	مولانا سعید الدین شیرکوٹی
۱۵۔	اوفوا بالعقود	جناب نعیم صدیقی
۱۶۔	خلق عظیم	جناب محمد صلاح الدین
۱۷۔	معلم اخلاق	مفتی وقار الدین
۱۸۔	حضور ﷺ بحیثیت معلم اخلاق	صاحبزادہ محمد فیض علی فیضی
۱۹۔	معلم اعظم ﷺ	مولانا صدرالدین الرفاعی۔
۲۰۔	رسول اللہ (ﷺ) بحیثیت معلم اخلاق	مولانا عبدالرحمن سلفی

۲۱۔	حضور ﷺ بحیثیت معلم اخلاق	ڈاکٹر علامہ نجم الحسن کراروی
۲۲۔	قرآنی اخلاق کا پیکر	جناب عبدالرحمٰن طاہر سورتی
۲۳۔	حضور اکرم ﷺ بحیثیت معلم اخلاق	جناب عنایت اللہ
۲۴۔	حضور ﷺ کے اخلاق عظیم	پروفیسر شیخ عبدالجبار
۲۵۔	حکیم انسانیت ﷺ	مولانا کفایت حسین نقوی
۲۶۔	اخلاقی تربیت کا نبوی	منہاج ڈاکٹر الٰہی بخش جاراللہ
۲۷۔	حضور ﷺ بحیثیت معلم اخلاق	پروفیسر فضل حق میر
۲۸۔	حضور ﷺ بحیثیت معلم اخلاق میاں عبدالحکیم	

حرف آغاز

یہ موضوع انتہائی وسیع ہے۔ جسے اس کانفرنس میں وقت کے علما و فضلا نے اپنے مختصر مقالوں میں سمیٹنے کی کوشش کی ہے بعض مقالے فی الواقع قابل قدر ہیں اور بہت کم مضامین ایسے ہیں جنہیں واجبی یا رسمی کہا جا سکتا ہے۔ موضوع کی رفعتوں اور اپنے مطالعے کی وسعتوں کو چند صفحات میں سمیٹنا بھی ایک فن ہے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کردار اور علو اخلاق کی نفیس ترین اور لذیز ترین حکایت کو فن بلاغت کے ماہرین بھی کما حقہ حیطۂ تحریر میں لانے سے قاصر رہے ہیں۔ اور نارسائی ہی ان کی رسائیوں کا حسن بنی رہی ہے کہ ذرے اپنی بساط کے مطابق ہی آفتاب عالم تاب کی ضیاؤں کو پا سکتے اور ان تک جا سکتے ہیں۔ قرآن مجید کے مطابق انبیاء کی اطاعت ہی واحد ذریعۂ ہدایت ہے کہ وہ خود ہدایت یافتہ ہیں۔ قرآن پاک نے ایک مقام پر حضرت ابراہیمؑ اور ان کے رفقا کو عمدہ نمونہ قرار دیا۔ پھر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کو عظیم اخلاق سے پکارا۔ اور ان کے اسوۂ حسنہ کو پیروی کے لئے بہترین کہا، کہ آپؐ ہر لحاظ سے حسن و جمال کا پیکر ہیں، تقویٰ و پاکیزگی کا مظہر ہیں۔ وہ تمام پیغمبرانہ صفات جو چہرۂ نبوت کا غازہ ہیں آپ ﷺ کی ذات میں موجود ہیں، آپ ﷺ کے رخ زیبا میں ہر نوع کے عشاق کے لئے تسکین نظر کا وافر سامان مہیا ہے۔ آپؐ خلاصۂ انسانیت ہیں۔ آپ ﷺ کی کوئی حرکت غیر جمیل نہیں، آپؐ سیرت و عمل کا بہترین نمونہ ہیں اور جسم و قالب سے لے کر روح کی گہرائیوں تک آپؐ میں حسن ہی حسن ہے آپ قوموں اور ملتوں کے حالات پڑھیں اور ان کے قائدین اور حکما و انبیا کو دیکھیں اور ان میں حسن جس جس رنگ ڈھنگ اور آھنگ

سے جہاں جہاں موجود ہے اُس کو نگاہ میں رکھیں اور پھر اس کا مقابلہ کریں، جمالِ حبیبؐ سے، آفتابِ نبوت سے، آپ یقیناً یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوں گے کہ

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور حضورؐ کے اطاعت گزاروں کو موردِ التفاتِ ربانی قرار دیا صرف یہی نہیں بلکہ گناہوں کو بخش دینے کی نوید بھی سنائی۔ منصبِ نبوت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو چن لیتا ہے۔ اس کی ہر بات منشائے الٰہی میں ڈھل کے نکلتی ہے، اس کا دل و دماغ انوار و تجلیات سے معمور رہتا ہے، اس کی ہر حرکت ترجمان ہوتی ہے رضائے حق کی۔ اس لیے کسی شخص کو رسول یا نبی کہہ دینا بجائے خود اسے صحتِ مند قرار دینا ہے، مگر بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو ذوقِ عربیت سے محروم ہیں اور قرآن کے اسلوبِ بدیع سے محض نا آشنا، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو ضروری نہیں جانتے۔ یہ نادان اتنی سی سمجھ بھی نہیں رکھتے کہ اگر کسی کتاب کو بلا کسی زبردست عمل کے سمجھا جا سکتا تو پھر ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں کود پڑنے کی تکلیف کیوں دی؟ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے لڑنے کا کیوں حکم ہوا۔؟ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بدر و حنین کے معرکے کیوں بروئے کار لانا پڑے۔ بات یہ ہے کہ دنیا میں کبھی باتوں اور نظریوں سے انقلاب پیدا نہیں ہوا۔ اس کے لیے ضرورت ہوتی ہے زبردست عملی قوت کی، یہ ایک تاریخی صداقت ہے کہ زمانے کا رخ اور وقت کا دھارا ہمیشہ افراد ہی بدلا کرتے ہیں۔ اصول و ضوابط تو ان ہنگاموں اور تبدیلیوں کو ملفوف کرنے کی ایک ریشمی نقاب ہے۔ شخصیات ہی باطل سوز بھی ہوتی ہیں اور عہد ساز بھی۔ انقلاب آفرین بھی اور ہنگامہ خیز بھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم معلم بہ تعلیمِ الٰہی اور مئودب بہ تادیبِ ربانی تھے، آپ ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی براہِ راست نگرانی میں تھے۔ نبی چونکہ پیدا ہی نبی ہوتا ہے، یہ الگ بات کہ اعلانِ نبوت ذرا پختگی کی عمر میں ہوا کرتا ہے، تا کہ اعلانِ نبوت سے قبل نبی کی زندگی کا ہر رخ لوگوں کے لئے آئینہ ہو اور لوگ اس کی زندگی کے شفاف ہونے کی واضح گواہی دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش اور تربیت نہ والد کر سکے نہ والدہ، نہ دادا، رہ گئے ابو طالب تو وہ خود کثیر العیال تھے، یہی وہ دور تھا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دنیا آپ پیدا کرنے کے لئے دوسروں کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ عالمِ شیر خوارگی میں بھی بہت سے ایسے محیر العقول واقعات تاریخ نے محفوظ رکھے ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ آپؐ اللہ تعالیٰ ہی کی نظرِ شفقت کا مرکز اور اسی کی تہذیب و تربیت کے ساختہ پرداختہ تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اُن کا اخلاق بہر اعتبار مثالی اور اُن کا کردار رہبر

not

نوع بہترین تھا، اُن کا ہر قول قابل تحسین اور ہر فعل قابل تقلید تھا، زبان، دل کی رفیق ہو تو اس سے نکلنے والی ہر بات سننے والے کے دل میں اتر جایا کرتی ہے۔اور اسی باعث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتار کا ہر بول اور اُن کے کردار کا ہر انداز وقت نے ابد تک کے لئے محفوظ رکھا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتے تھے کہ انسانی رہنمائی کے لیے یہی پیمانۂ کردار موزوں اور یہی معیار اخلاق لازم ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ اس نے ہماری رہنمائی کے لیے ایک ایسا وجود ذی جود عطا فرمایا جس کے قدوم میمنت لزوم کے فیض سے ریگستانوں کو ریشم کا لوچ ملا۔جس کی سانسوں کے مہک نے پوری کائنات کو عطر بیز کر دیا۔جس کے لفظوں کی فصاحت نے زبان و بیان کو بلاغت کا لہجہ اور فکر و نظر کو فلک پیمائی کی صلاحیت بخشی۔

زبان و جس پہ آ کر قسمتِ تقریر کھل جائے   خدا نے دی ہے جو الفاظ کو تاثیر کھل جائے
وہ طرز گفتگو ہر بات سے ایک بات پیدا ہے   فصاحت جس کی باندی ہے بلاغت جس کی شیدا ہے
تجمل وہ کہ تابانی سکھائے چاند تاروں کو   تحمل وہ کہ تعلیم سکوں دے برق پاروں کو
فطانت وہ کہ جس سے مشعلِ ادراک ضو مانگے   ذہانت وہ کہ جس سے شمع بزم طور، لو مانگے

جناب واصف علی واصف کے الفاظ میں ''نبوت'' اخلاق کا نتیجہ نہیں، اخلاق نبوت کی عطا ہے، نبوت اور پھر آپ ﷺ کی نبوت، کمال عطائے الٰہی ہے، جب اللہ کریم اپنے حبیب ﷺ کو اخلاق کا معیار بنا کر پیش کرے تو وہ اخلاق کتنا مکمل ہوگا اس کا اندازہ مشکل نہیں، دراصل اخلاق ایک ایسی راہ عمل ہے جس پر چلنے والے انسان کا کردار مخلوقِ خدا کے لیے بے ضرر اور منفعت بخش ہوتا ہے۔انسانی سوچ اخلاق کا جو معیار دیتی ہے، وہ قابل تاثیر ہوسکتا ہے لیکن جب پیغمبر اخلاق کا معیار دے تو وہ معیار خدا کی طرف سے ہوتا ہے'' اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کا مقصد عمدہ اخلاق کی تکمیل قرار دیا ہے۔

یہ ناقابل تردید تاریخی صداقتیں ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افکار و اعمال کی پاکیزگی کا اعتراف جانی دشمنوں تک نے کیا ہے، کفار مکہ آیات قرآنی کی تکذیب ضرور کرتے تھے۔مگر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور امانت کی تصدیق کرتے ہوئے اُن کے گھر کو'' دار الامانت'' سمجھتے تھے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ترین لوگ بھی اُن کے حسن اخلاق ہی کی قسم کھاتے تھے حالانکہ قریب ترین افراد معمولی سے معمولی لغزش سے بھی آشنا ہوتے ہیں۔آپؐ کا ظاہری حسن و جمال بھی بے مثال تھا۔بقول حضرت علیؓ آپ ﷺ کو جس نے اچانک دیکھا وہ

دہشت زدہ ہوگیا ،جس نے کچھ عرصہ آپ کے ساتھ گزارا وہ آپ سے محبت کرنے لگا۔ میں نے آپ ﷺ جیسا شخص نہ کبھی پہلے دیکھا اور نہ کبھی بعد میں'' آپ ﷺ کو بدبودار اشیا سے انتہائی کراہت اور خوشبودار چیزوں سے انتہائی رغبت تھی ۔نظافت و لطافت کا عالم یہ تھا کہ جس راستے سے گزر جاتے تھے،وہاں کی فضائیں مہک اٹھتی تھیں اور ذرے خود بولتے تھے کہ ابھی ابھی اس راستے سے کسی کا گزر ہوا ہے ۔

خوشبوں بتا رہی ہے کہ وہ راستے میں ہیں
موجِ صبا کے ہاتھ میں ان کا سراغ ہے

وہ شخصیت جس کی ذکاوت و فطانت ،رزم و بزم میں حیرت انگیز حد تک مثالی رہی ہو جس کی ہدایات پر خود حسنِ تدبر کو ناز ہو،جس کی زبان مبارک سے نکلنے والا ہر جملہ علم و ادب اور بصیرت و عبر کا مرقع ہو جس کے ہر بول کے روبرو ''فصیحانِ تمر دشو'' عاجز نظر آئیں ،جس کی سیرت میں ہلکی سی لغزش تک کی کوئی گنجائش نظر نہ آتی ہو، جو ہر بشری خطا سے مبرا ہو جس کا عزم و استقلال ضرب المثل ہو۔اور میدان جنگ کی شدت و حدت میں حضرت علیؓ جیسے بہادر بھی جس کے سائے میں پناہ لیتے ہوں جنہوں نے عدل و انصاف کے بارے میں واضح فرمادیا ہو کہ اگر ان کی اپنی بیٹی بھی چوری کرے گی تو حد اس پر بھی جاری کردی جائے گی ۔جس کی سخاوت کا یہ عالم ہو کہ اس کے دروازے سے کوئی سائل کبھی خالی نہ پھرا ہو، جو خدا کے خوف سے گھر میں تین درہم بھی صبح تک نہ رکھتے ہوں اور جب تک وہ مستحقین میں تقسیم نہ ہو جاتے ہوں انہیں چین نہ آتا ہو، جو پردہ دار دوشیزہ سے بھی زیادہ حیادار ہوں ،جن کے دامن عفت کی قسم فرشتے کھاتے ہوں اور جنہوں نے حیا کو ایمان کا شعبہ قرار دیا ہو، جن کا کردار ان کے گفتار کی شہادت دیتا ہو، جن کا انکساری اُن کا افتخار ہو، جو عظمت کے باوصف رو دررو ستائش کو پسند نہ فرماتے ہوں ۔فقر جن کا فخر ہو، جن کا ظاہری اور باطنی حسن ،تکلف اور تصنع کے ہر غازے سے بے نیاز رہا ہو، جو اپنی آمد پر احتراماً کھڑے ہونے کو عجمی طور طریقہ قرار دیتے ہوں ۔ جو ایک دن کچھ کھا کر شکر کرنے اور دوسرے دن فاقہ کر کے صبر کرنے کو قرب خداوندی کا ذریعہ سمجھتے ہوں ۔جن کی سیرت میں رحم و کرم ،حلم و بردباری ،وفائے عہد اور احسان مندی، خوش معاملگی اور درگزر، محبت و شفقت ، مروت و مئودت اور تواضع و انکسار ایسی عظیم خصوصیات ، اپنے منتہائے کمال کو پہنچ کر ہم آہنگ ہوگئی ہوں ،ان کی سیرت کا احاطہ نہ کسی قلم کے بس کی بات ہے اور نہ کسی زبان کے اختیار میں ۔

اُن کی مدحت کو قلم تحریر کرسکتا نہیں
لفظ ، موج نور کو زنجیر کرسکتا نہیں

لکھنے والے اور کہنے والے تو محض حصول سعادت کے لیے زبان وقلم سے موتی بکھیرتے اور ستارے ابھارتے ہیں، مقصود نسبت کی عظمت کا اظہار بھی ہے کہ ؎

میں خود تو کچھ نہیں، مری قیمت ہے آپؐ سے

نہ یہ کوشش ختم ہونے میں آتی ہے اور نہ سیرت کے انوار ختم ہوتے ہیں بلکہ فکر و نظر کی یہ قوس قزح، نئے نئے رنگوں کے ساتھ جلوہ گر ہوتی رہتی ہے۔ سیرت نگاری کی ان کاوشوں کا حقیقی مقصود یہ ہے کہ محض اظہار عقیدت اور محض مدحت پر بات ختم ہو کر نہ رہ جائے بلکہ غیر جذباتی انداز سے اپنے عمل کا جائزہ بھی لیا جائے کہ سیرت کے مطالعہ سے اس میں نورو سرور و حضوری کی کیفیات ابھر رہی ہیں یا نہیں، اس پر بھی غور کی ضرورت ہے کہ کہیں عقیدت کے خالی دعووں نے ہم سے عمل کا وقار چھین تو نہیں لیا اور کہیں یہ بات تو نہیں کہ ؎

قالِ زباں کا ہو نہ سکا، حالِ دل رفیق
خالی مرا حرم نہیں، لات و منات سے

سچ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے خراج عقیدت نہیں، خراج اطاعت لینے کے لیے تشریف لائے تھے اور المیہ یہ ہے کہ ہم نے محض زبانی اظہار عقیدت ہی کو اطاعت سمجھ رکھا ہے۔ اور اخلاق حسنہ کے سبھی گلدستے طاق نسیاں کی زینت بنے ہوئے ہیں، فطرت اور فطرت ثانیہ میں بین فرق ہے۔ ہم عمر بھر سعی کرتے رہتے ہیں کہ اخلاق و کردار کا حسن ہماری فطرتِ ثانیہ بن جائے جو حسن مطلق کو عزیز ہے۔ ہم آرزو مند رہتے ہیں کہ ہماری عادات سنور کر عبادات بن جائیں۔ عمرِ سنورنے کی اسی کوشش میں تمام ہو جاتی ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جملہ اخلاق حسنہ مع شیئے زائد بطور فطرت عطا کئے تھے۔ ہمارے ہاں جو آورد ہے وہاں وہ آمد ہے ہمارے ہاں جو مجبوری ہے وہاں وہ بے ساختگی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں اخلاق کا حسن یوں ابھرتا ہے جیسے آفتاب سے کرنیں بکھرتی اور پھول سے خوشبو نکلتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت حسن مطلق کے ایک ایسے شفاف آئینے کی سی ہے جس پر ہلکے سے غبار کا شائبہ بھی پسند نہیں ہے، اور یوں لگتا ہے کہ ذاتِ حق نے خود اپنی ادائیں دیکھنے کے لیے یہ شفاف آئینہ تخلیق کیا ہے اور اس کی آب و تاب کو اسی لئے محفوظ رکھا ہے کہ آئینہ اگر غبار آلود ہو جائے تو وہ نگاہِ حسن میں مرغوب نہیں رہا کرتا۔ راز و نیاز کا یہ

سارا سلسلہ اس وقت تک ہے جب تک آئینۂ حسن کا مظہر بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ صلاحیت ایک دائمی نعمت کےطور پر عطا کی گئی ہے۔

رخِ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزمِ خیال میں، نہ دکانِ آئینہ ساز میں

اہم اقتباسات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم محض ایک مصلح یا معلم اخلاق نہ تھے جس کا منتہا نظر کچھ معاشرتی خرابیوں کو دور کرنا اور وقت کے اجتماعی نظام اور سیاسی ہیئت حاکمہ سے براہ راست تصادم کا خطرہ مول لئے بغیر اخلاقی اقدار کی بحالی ہوتا ہے۔آپ محض ایک مفکر نہ تھے جس کا کام فکر کی انجمن میں کوئی عقلی شمع روشن کرنا ہو اور بس۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت حیات انسانی کے تمام گوشوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دائرہ عمل انسانی فلاح کے تمام دائروں پر محیط تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام کا دائرہ صرف مذہبی اور اخلاقی ہی نہیں بلکہ تمدنی اور سیاسی بھی تھا۔آپ کا پیغام معاشرے کے کسی ایک جز یا معاشرت کے کسی ایک یا چند پہلوؤں کی اصلاح اور بہتری کے لئے نہ تھا بلکہ آپ کا نصب العین آپ کا مشن اللہ کے دین کو زندگی کے تمام میدانوں میں جاری و ساری اور غالب کرنا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کو اس کے اجتماعی نظام اور تمدن سے الگ کر کے محض ایک فرد کی حیثیت سے نہیں بلکہ اس کو انسانی نظام اجتماعی کا ایک پرزہ قرار دیکر اس کے سارے نظام اجتماعی کو تبدیل کرنے اور دین الٰہی کے تابع کرنے کی سعی و کوشش کی اور بلاشبہ وہ اپنے اس مشن میں کامیاب رہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں دنیا کی سب سے بڑی تاریخ ساز شخصیت آئی، تاریخ ساز سے عام طور پر وہ شخصیت مراد لی جاتی ہے جس نے عالم انسانیت کو ایک ایسا لائحہ عمل دیا ہو جس نے تاریخ کے دھارے کا رخ موڑ دیا ہو لیکن تاریخ کا رخ موڑنے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ سیاسی طور پر کسی علاقے کے لوگ دوسرے علاقے کے زیر اثر آجائیں بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی قوم اور اس کے افراد کی انفرادی اور اجتماعی زندگیاں بدل جائیں یوں تو تاریخ انسانیت میں چھوٹے بڑے بہت سے مصلح اور معلم اخلاق آئے جنہوں نے اپنے طریقہ کار سے دنیا کے ایک حصے کو ایک مختصر وقت تک کے لئے انسانی زندگی کے معاشی یا سیاسی یا روحانی دائرے میں متاثر کیا، اور تاریخ کے سینے پر

اپنے نشان چھوڑے، لیکن جہاں تک ختم الرسل، سردارانبیاء حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کا تعلق ہے، بلاشبہ آپ عالم انسانیت کی سب سے بڑے تاریخ ساز شخصیت ہیں۔(۱)

نیکی کی تلقین کرنا اور اخلاقی اقدار پر وعظ کہہ دینا دنیا کا سب سے آسان کام تو ہوسکتا ہے لیکن نیکی کو اپنا کر اس پر جم جانا اور اخلاقی تعلیمات کا بذات خود ایک حیات افرین پیکر بنکر مثالی نمونے کی خوبصورت اور پاکیزہ زندگی پیش کرنا وہ حسن اور کمال ہے جس کا مکمل عکس اور تمام تر جمال حضور ﷺ ہی کی زندگی میں نظر آتا ہے۔معلم اخلاق کی اصل خوبی یہی ہے کہ جن اخلاقی اقدار کو وہ زندگی کا حسن اور زیور کہتا ہے پہلے خود انکی اپنی زندگی اسی حسن سے آراستہ اور اسی زیور سے پیراستہ ہو۔نبی اکرام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کے متعلق ایک استفسار کے جواب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس حقیقت کی یوں نقاب کشائی کی، کان خلقہ القران ۔رسول اکرام کا خلق قرآن تھا۔یعنی ان کی ذات گرامی سرتاسر قرآن تھی۔ان کا ہر فعل اور ہر عمل قرآنی تعلیمات کا ایک زندہ عملی نمونہ تھا۔گویا کہ نبی اکرم نے تلاوت آیات اور تعلیم کتاب وحکمت سے پہلے خود اس کتاب عظیم کی تعلیمات پر عمل کر کے ایک بہترین اسوہ اور مثالی نمونہ پیش کر کے ثابت کر دیا کہ وہ ایسا معلم اخلاق نہیں ہے جو وعظ وتلقین کے حسین اور دلکش پیرائے میں اخلاقی تعلیمات تو پیش کر دے لیکن خود اس کی اپنی زندگی اس اخلاقی تعلیم سے عاری ہو۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے وہ عظیم معلم اخلاق ہیں جن کو حق تعالیٰ نے خود مخاطب کر کے ارشاد فرمایا و انک لعلیٰ خلق عظیم ۔اے نبی تم اخلاق کے بلند مرتبے پر فائز ہو۔پھر آپ کی زندگی کو بہترین اور مثالی نمونہ قرار دیکر اس کی تقلید کا امر صادر فرمایا **لقد کان لکم فی رسول للہ اسوۃ حسنہ** ۔تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔(۲)

اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتیں عطا فرمائیں مگر احسان نہیں جتایا۔اگر وہ ہر نعمت پر احسان جتاتا تو اس کی شان عظمت کے منافی نہ ہوتا۔مگر اس نے مومنوں پر اپنا احسان جتایا تو صرف ایک نعمت پر اور وہ نعمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے چنانچہ فرمایا۔**لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم.** بیشک اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان فرمایا جبکہ اس نے انہی کے نفسوں میں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت اور آپ کی تشریف آوری اللہ کا احسان عظیم ہے۔بلاشبہ آپ کی ذات اقدس اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ ہے اور باقی سب نعمتیں آپ کا

صدقہ اور طفیل ہیں ۔ کون انکار کرسکتا ہے کہ ہمیں اسلام ، ایمان ، قرآن اور اللہ تعالیٰ کی معرفت آپ کی بدولت حاصل نہ ہوئی ۔ (۳)

یہاں ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ آپ سے پہلے جلیل القدر انبیاء اور اولو العزم رسل اخلاق حسنہ کی جن بلندیوں اور رفعتوں پر نظر آتے ہیں ان میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے کون سا تکمیلی یا تتمیمی اضافہ ہوا ہے؟ کیا یہ واقعہ نہیں کہ دعوت و تبلیغ کے ضمن میں لوگوں کی جانب سے ایذ ا و مخالفت پر صبر میں حضرت نوح علیہ السلام بلندترین مقام پر ہیں جنہوں نے ساڑھے نو سو برس تک صبر و مصابرت پر مداومت کی ، اسی طرح جان و مال کے ضمن میں اللہ کی جانب سے ابتلاء و آزمائش پر صبر کی چوٹی پر فائز ہیں حضرت ایوب علیہ السلام جن کا صبر ضرب المثل ہے ۔ حسن خلق اور تواضع میں بلندترین مقام پر ہیں سیدنا ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلوۃ و السلام ۔ مقام شکر پر بتمام و کمال متمکن نظر آتے ہیں حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام ، مخاطبہ و مکالمہ الٰہی میں ممتاز اور عزت و حمیت دینی سے سرشار نظر آتے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ، زہد و ورع کی بلندترین چوٹیوں پر متمکن نظر آتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ، اسی طرح حلم ختم ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام پر تو تبتل کی انتہا نظر آتی ہے حضرت یحییٰ علیہ السلام میں ۔ تو سوال یہ ہے کہ اخلاقیات انسانی کے میدان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی شان کیا ہے ۔ اور بالخصوص آپ کا وہ کارنامہ کون سا ہے جسے محاسن و مکارم اخلاق کی تکمیل و تتمیم کا مظہر قرار دیا جاسکے؟ ۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و شخصیت مبارکہ کا نمایاں ترین وصف اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیمات کا امتیاز اور آپ کے قائم کردہ نظام اجتماعی کی امتیازی شان ہے عدل و اعتدال (۴)

انسان کبھی بھی اس لئے نہیں تڑپا کہ وہ بجلیوں کو مٹھی میں کیوں نہ لے سکا ۔ موجوں کو لگام کیوں نہ لگا سکا یا ستاروں پر کمند کیوں نہ ڈال سکا ۔ وہ اخوت کی فضا میں سانس لیتے ہوئے اسی زمین پر اپنی جھونپڑی میں بھی خوش رہا لیکن ترقی کے دوش پر بھی سوار ہو کر وہ غیر مساوی رویوں اور امتیازات مصنوعی سے نالاں رہا اور گھٹن محسوس کرتا رہا ۔ کوئی تونگر ہو تو اسے کوئی اعتراض نہیں ۔ وہ کم مایہ ہو تو اسے کچھ افسوس نہیں لیکن وہ برابر کی حیثیت کا انسانی درجہ کسی طور قربان نہیں کرسکتا ، یہ اس کا حق ہے یہ اسکا فطری تقاضا ہے ۔ کوئی سا دین بھی جو انسانوں نے بنایا یا انسانوں کی دستبرد میں رہا انسان کے اس دکھ کا مداوا نہ کرسکا ۔ انسان کو امان ملی تو اسی دین میں جس میں ایک خالق حقیقی کی

حاکمیت ہےاور سب انسان اسی کے تابع اور عبدیت میں مساوی، جس میں نہ عربی کو عجمی پر فوقیت، نہ سرخ کو کالے پر۔ جہاں کوئی برتری ہے تو صرف تقویٰ اور معیاری کردار یت پر۔اس دین نے انسان کے حیوانی غرور کو یہ کہہ کر توڑ دیا کہ ''تم سب اولادِ آدم ہو اور آدم مٹی سے پیدا ہوا'' (۵)

''ہم نے تمہارے درمیان خود تم میں سے ایک رسول بھیجا جو تمہیں ہماری آیات سناتا ہے۔تمہاری زندگیوں کو سنوارتا ہے۔تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم جانتے نہ تھے''۔

اس آیت میں معلم انسانیت یعنی رسول اور اس کے سامان علم کتاب، حکمت اور جدید معلومات کا ذکر تفصیل سے کیا گیا ہے۔تزکیہ کے ایک لفظ سے اس ساری تعلیم کا اصل مقصد سیرت و کردار کی اعلیٰ ترین اخلاقی تربیت بتاتا ہے۔حکمت کتاب کے ساتھ نازل ہونے والی وہ بصیرت ہے جو تعلیم کتاب میں ایک نبی کی مدد کرتی ہے اور پھر وہ فہم کتاب کے لئے اسے اپنے زیرِ تربیت افراد کو منتقل کرتا ہے۔نبی کا طریقہ تعلیم و تربیت اس حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔وہ محض کتابی علم کو کانوں میں انڈیل دینے سے نگاہوں کے سامنے سجا دینے یا لوحِ ذہن پر نقش کر دینے کا کام نہیں کرتا بلکہ بڑی حکمت و دانائی سے اسے اس طرح سیرت و کردار کا جوہر بناتا ہے کہ علم اور عمل مل کر ایک ناقابلِ تقسیم اکائی کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔یہ انڈیلنے سے زیادہ گوندھنے کا کام ہے جس طرح محض پانی انڈیل دینے سے آٹے میں لوچ اور خمیر پیدا نہیں ہوتا اور اسے مسلسل گوندھ کر روٹی پکانے کے قابل بنایا جاتا ہے اسی طرح تعلیم بھی علم کو آلاتِ سماعت و بصارت کے ذریعہ منتقل کرنے کا نہیں بلکہ متعلم کے رگ و ریشے اور اس کی روح کی گہرائیوں میں اس طرح اتار دینے کا کام ہے کہ علم اور کردار کو ایک دوسرے سے جدا نہ کیا جا سکے۔خدا کا نبی حکمت کے ساتھ ذرائع تعلیم کو تشکیل سیرت کے لئے اسی طرح استعمال کرتا ہے، اور نفس کا تزکیہ کر کے اسے بلند ترین اخلاقی سطح پر پہنچا دیتا ہے۔(۶)

جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہے تو وہ مسلمان اللہ تعالیٰ کا محبوب ہو جاتا ہے۔مسلم شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ ایک شخص اپنے دینی بھائی کی زیارت کے لئے اس کے گاؤں میں جا رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے پر ایک فرشتے کو کھڑا کر دیا اس فرشتے نے اس شخص سے پوچھا کہ تم کہاں جا رہے ہو اُس نے جواب دیا کہ اس گاؤں میں میرا ایک دینی بھائی رہتا ہے اُس سے ملاقات کے لئے جا رہا ہوں فرشتے نے کہا کہ تیرا کوئی حق اس پر چاہیے اس کو وصول کرنے کے لئے جا رہا ہے، اُس نے کہا میرے جانے کی کوئی غرض نہیں ہے بجز اس کے کہ میں

اس سے اللہ کے واسطے محبت کرتا ہوں تو فرشتے نے کہا کہ میں اللہ کی طرف سے تجھے یہ بات بتانے کے لئے بھیجا گیا ہوں کہ جس طرح تو اس مسلمان سے بغیر کسی دنیاوی غرض اور مفاد کے اللہ کے لئے محبت رکھتا ہے اس کے صلے میں اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت فرماتا ہے اور بیہقی نے ایک روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ ایمان کے تعلقات میں سے کون سا تعلق سب سے زیادہ مضبوط ہے انہوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کے لئے دو مسلمانوں میں معاونت اور محبت سب سے زیادہ مضبوط تعلق ہے۔لہذا مسلمانوں کو اپنے تعلقات اور محبت صرف رضائے الٰہی کی خاطر رکھنا ہی اس مقصد کو پورا کر سکتا ہے جو بعثت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔(۷)

دو چیزیں انسان کو اس کے موقف سے متزلزل کر کے ہٹا دیتی ہیں ایک خوف دوسرے طمع لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بڑی تخویف اور کوئی بڑی ترغیب وتحریص صراط مستقیم اور اقامت دین قدیم کے نصب العین سے ایک سرمو بھی نہیں ہٹا سکی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا وطن اور اس کی آسائشیں، زادو بوم اور اس کے محبت، اپنے اعزہ و اقربا سب کچھ چھوڑا لیکن اپنے موقف حق پر بدستور قائم رہے، آپ ﷺ کو مال و منال حسن و جمال جاہ و اقتدار کا انتہائی لالچ دینے کی کوششیں کی گئیں لیکن ان تمام چیزوں کو آپ نے گوشہ چشم سے بھی نہیں دیکھا اور پرکاہ کے برابر بھی نہیں سمجھا۔اور صاف فرما دیا کہ تم میرے دائیں ہاتھ پہ سورج اور بائیں ہاتھ پہ چاند لا کر رکھ دو تو بھی میں اللہ کے کام سے نہیں ہٹوں گا۔یا اللہ کے قانون کی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا یا اس جدو جہد کے راستے میں اپنی جان دے دوں گا ؎

دلت از طلب نہ دارم تا کام من برآید
یا تن رسد بہ جاناں یا جاں زتن برآید (۸)

ہم جس بابرکت ہستی کا ذکر کر رہے ہیں ان کے افکار و کردار سے روشنی اور ہدایت اخذ کرتے ہوئے اپنی زندگیوں میں ان اصولوں کو، ان طریقوں کو، ان احکامات کو سمونے کی کوشش کریں۔محض تعریف کر دینا یا عقیدت ظاہر کر دینا ہی کافی نہیں ہے۔میں جہاں تک دیکھ سکا ہوں یا سمجھ سکا ہوں میری ناچیز رائے یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں علم و کردار اور قول و فعل ایک اکائی بن گئے تھے ایک وحدت تھی جو نمایاں تھی، درخشاں تھی اور دوسرے مذاہب یا دیگر طرز ہائے فکر اور اسلوب ہائے عمل کے برخلاف آپ انہیں دیکھتے ہیں کہ گھر میں یا ہر اصحاب صفہ سے باتیں کرتے ہوئے یا میدان کارزار میں حکمت و

شجاعت کے جوہر دکھاتے ہوئے، کاروباری سلسلوں میں انصار و یہود سے معاملہ کرتے ہوئے، ایک وحدت ہے جو فکر وعمل روح وخیال وکردار میں ہر وقت ہر جگہ رچی بسی ہوئی ہے۔(۹)

امام بخاری علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ ''جس طرح ماں باپ اولاد کو سنگارتے ہیں رب تعالیٰ نبی کو سنگارتا اور مزین کرتا ہے''۔ رب تعالیٰ نے جس حسین انداز میں اپنے محبوب کی تزئین و آرائش فرمائی ہے اس کی مثال نہیں۔ کہ آپ کو اخلاق حسنہ کا کامل اور مکمل مجسمہ بنا دیا۔ اور کائنات کے سامنے بطور نمونہ پیش کیا کہ میری تخلیق کا شاہکار یہ ہیں۔ اسی واسطے آپ کو معراج کرائی تا کہ معلوم ہو جائے کہ جتنا زمین سے آسمان اونچا ہے اسی قدر کائنات میں آپکی شان اونچی ہے۔ کل فرشتوں نے اعتراض کیا تھا کہ آدم کو پیدا کیوں کیا آج انہی فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ قطار اندر قطار کھڑے ہو جاؤ اولادِ آدم کے سردار تشریف لا رہے ہیں۔(۱۰)

حکیم انسانیت نے فطرت انسانی کا مطالعہ کیا کہ ہر انسان کے مزاج میں ایک فطری جذبہ ہے۔ وہی جذبہ جب غیر معتدل اور بے مہار ہو جاتا ہے تو برائیوں کا سبب بنتا ہے۔ انسان کا وہ فطری جذبہ کیا ہے وہ جذبہ یہ ہے کہ ہر انسان یہ چاہتا ہے کہ جو اسے ملے وہ لے لے جو کچھ وہ حاصل کر سکتا ہے حاصل کرے جس طرح ہو سکے لینے کی کوشش کرے اس فطری جذبے سے کوئی فرد بشر خالی نہیں۔ انسان لینا چاہتا ہے جب تک سچ سے ملتا ہے تو سچ بول کر لیتا ہے۔ جب سچ سے نہیں ملتا تو جھوٹ بولتا ہے۔ یعنی حق سے ملتا ہے تو حقدار بن کر لیتا ہے اور جب حق سے نہیں ملتا تو ناحق لیتا ہے۔ غرض یہ کہ ہر برائی کے پیچھے یہ لینے کا جذبہ کار فرما ہوتا ہے۔

دنیا میں ساری برائی کی جڑ یہ لینے کا جذبہ ہے۔ مگر مذہب نے اسی زہر سے تریاق تیار کیا، سنکھیا یقیناً زہر ہے مگر حکیم اسی زہر سے مریض کے لئے دوا بنا دیتا ہے حکیم انسانیت معلم انسانیت محسن انسانیت حضور سرورِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جذبے کی اصلاح کر کے انسانیت کے امراض کا علاج کیا اور بتلا دیا کہ امن تب ہی قائم ہو سکتا ہے معاشرے سے بگاڑ تب ہی ختم ہو سکتا ہے۔ جب لینے والے گھٹیں گے اور دینے والے بڑھیں گے۔ لینے کے جذبے کا اضافہ فساد کا سبب، اور دینے کے جذبہ کا اضافہ امن و آشتی کا مظہر ہے۔

حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہل اور خون خوار عرب کو اسلام کے ذریعے اگر انسان بنایا تو فلسفہ یہی تھا کہ لینے کے جذبے کو دینے کے جذبے سے بدل دیا جائے۔ آپ نے لوگوں کو بتایا کہ دنیا بس یہی نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ ایک اور دنیا ہے۔ جس کا نام آخرت ہے۔

not

آخرت کا تصور اگر نفی کر دیا جائے تو دنیا ظلم و جور سے بھر جائے کیونکہ انسان یہی سمجھے گا کہ جو ملنا ہے وہ یہاں ہی ملنا ہے لہٰذا ہر طرح سے سمیٹ لو مگر رسول رحمت نے لوگوں کو بتایا کہ یہ جہاں فانی ہے۔اور یہاں کی ہر شے مٹنے والی ہے، باقی اگر ہے تو وہ آخرت اور اللہ تعالیٰ یہ وعدہ کرتا ہے کہ اگر یہ فانی دنیا تم اس کے حکم کے مطابق بسر کرو گے تو باقی رہنے والی آخرت تمہیں دوں گا۔(۱۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نظام اخلاق اور منہاج تربیت میں ان عمومی اخلاق کی تربیت کا انتظام ہے جو ہر ایک انسان کو بلا استثنا اختیار کرنا ہوتے ہیں تو وہاں ان اخلاقی اقدار کی تعلیم و تربیت کا بھی سامان ہے جو جدا جدا حیثیت کے انسانوں کے لئے ہیں۔آپ کے صحابہ کرام کی زندگیوں کے تفصیلی مطالعے سے عیاں ہوتا ہے، ان میں ہزاروں متنوع صلاحیتوں اور حیثیتوں کے انسان تھے اور ہر ایک نے آپ کے دامن تربیت میں تربیت پا کر انسانی تاریخ میں مثالی کردار پیش کیا اور روشن نام پایا۔آپ کی تعلیمات میں ایسی جامعیت اور آپ کے منہاج میں ایسی لچک ہے کہ ہر معاشرے اور ہر دور کا انسان اپنی انفرادی خصوصیات اور اجتماعی ضرورتوں کے مطابق اس سے فیضیاب ہوتا چلا آیا ہے، اور ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔(۱۲)

انسانی تاریخ میں آپ کی شخصیت، انسانیت کی ایسی بلندی کی حامل ہے کہ ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک بڑی بڑی تاریخی شخصیات اور تاریخ ساز انسان، جنہیں دنیا اکابر میں شمار کرتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند پیکر کے سامنے بونے نظر آتے ہیں۔دنیا کے اکابر میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کے کمال کی چمک دمک آپ کی ہمہ گیر اور جامع کمالات زندگی کے مقابلے میں ریزہ ریگ کے برابر بھی ہو۔ان میں سے کوئی نظریات کا بادشاہ ہے مگر عمل سے محروم، کوئی عمل کا پتلا ہے تو فکری بلندی سے محروم، کسی کے کمالات سیاسی تدبر تک محدود ہیں، کسی کی نظر اجتماعی زندگی کے ایک پہلو پر اتنی گہری جمی ہوئی ہے کہ دوسرے پہلو اوجھل ہو گئے۔کسی نے اخلاق و روحانیت کو لیا تو معیشت کو بھلا دیا، کسی نے معیشت اور سیاست کو لیا تو اخلاق و روحانیت کو نظر انداز کر دیا۔تنہا رہبر کامل کی زندگی ایسی ہے جو جامع الصفات ہے۔آپ معلم بھی ہیں اور حکیم بھی اور خود ہی اپنی حکمت کو عملی زندگی میں نافذ کرنے والے بھی۔آپ سیاسی مدبر بھی اور فوجی لیڈر بھی، واضع قانون بھی ہیں اور معلم اخلاق بھی۔مبلغ بھی ہیں اور معلم بھی، مربی بھی ہیں اور مزکی بھی قاضی بھی اور حاکم بھی آپ کی زندگی انسان کامل، مسلم قانت اور مومن صادق کی زندگی کا ایسا نمونہ ہے جسے حق تعالیٰ نے ہر اُس شخص کے لئے بہترین اور قابل تقلید نمونہ قرار دیا ہے جو اللہ کی خوشنودی اور آخرت کی کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہو۔

آپ نے اللہ کے راستے کی طرف لوگوں کو ایسی دانائی، حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلایا اور ایسی دل سوزی خیر خواہی اور اخلاص سے پیغام پہنچایا کہ جہالت سے بوجھل آنکھیں کھلنے لگیں اور بیمار دل شفا پانے لگے۔ آپ نے بہترین نصیحت سے اہل ایمان کو بری رسموں سے پاک کیا، ان کے اندر اچھے اخلاق اور پاکیزہ اوصاف پیدا کئے۔ ان کے اندر کتاب اللہ کو سمجھنے کی بصیرت پیدا کی یہاں تک کہ وہ زندگی کے تمام پہلوؤں کو کتاب اللہ کے مطابق ڈھالتے چلے گئے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور تربیت کا اعجاز ہے کہ بے آب و گیاہ صحرا سے اُٹھنے والی تہذیب ساری دنیا پر چھا گئی۔ صحرانشینوں نے علم و حکمت کے موتی لٹائے جس سے پوری نسل انسانیت نے دامن بھرا۔ جن کی روشن دماغی اور علم و حکمت نے یورپ، ایشیا اور افریقہ کی تاریکیوں کو دور کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روشنی کا ایسا مینار ہیں جس کی رہنمائی میں انسانیت کے قافلے تا قیامت اپنی منزل کا سراغ پاتے رہیں گے۔ (۱۳)

حرف اختتام

یہ ایک عام سی بات ہے کہ ہم درزی کو لباس سینے کے لیے ایک نمونہ دیتے ہیں اور اس سے توقع کرتے ہیں کہ نیا لباس اس نمونے کے عین مطابق ہوگا۔ بصورت دیگر سلا سلایا لباس درزی کے منہ پر مار دیا جاتا ہے۔ ہمارے خالق و مالک نے زندگی بسر کرنے کے لیے، ایک ایسا احسن نمونہ دنیا میں بھیجا، جس جیسا نہ کوئی تھا۔ نہ ہوگا۔ اگر ہم اپنی صورت وسیرت اور ظاہر و باطن کو اسی اُلوہی نمونے کے مطابق نہیں بناتے تو ہمارا ہر عمل، ہمارے منہ پر مار دیا جائیگا۔ اور ہماری اخروی رسوائی ہمیں نمونۂ عبرت بنا دے گی۔ کسی نبی کو اخلاق حسنہ ملا کہ احسان کا جواب احسان سے دو، زیادتی کے مطابق بدلہ لو، کسی کو اخلاق کریمانہ بخشا گیا کہ تھپڑ کھانے کے لیے ایک گال کے بعد دوسرا پیش کر دو، جبکہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو اخلاق عظیمہ سے نوازا گیا کہ پتھر کھا کر بھی دعائیں دو اور اپنی مسرتیں بھی دوسروں میں بانٹ دو، نبی کریم ﷺ بہر اعتبار ایک مکمل ترین شخصیت تھے ذات اور صفات لازم و ملزوم ہوا کرتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ ذات ہی سے صفات کو رعنائی، عادات کو زیبائی، اخلاق کو برنائی اور اعمال کو توانائی ملا کرتی ہے۔ آپ ﷺ کی ہر بات حق ٹھہری، اور بغیر کسی وجہ و دلیل کے اُسے سچ ماننا سرمایۂ ایمان قرار پایا۔ کیونکہ خوشبو کو کسی دلیل، ثبوت اور اشتہار کی ضرورت نہیں ہوتی اس کا پھیلنا اور مشام جاں کا سر بسر اعتراف ہو جانا ہی واضح ثبوت ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محض اپنے اخلاق جلیلہ اور اعمال حسنہ کو ثبوت نبوت اور صداقت رسالت کے لئے پیش کر کے اپنے اولیں سامعین کو یوں ورطۂ حیرت میں ڈال دیا تھا

not

کہ ان کے پاس سرِ تسلیم خم کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ حالانکہ اس وقت غارِ حرا کی بھرپور اور پرنور خلوتیں بھی ایک مسلمہ شہادت تھیں اور قرآنی آیات کی اعجاز آفرینی بھی ایک واضح حقیقت، گویا اعلانِ نبوت سے قبل بھی آپ کے اخلاق کا تقدس معیاری اور اعتباری تھا۔ اسی لیے سورہ یونس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان مبارک سے یہ کہلوایا کہ "میں نبوت سے پہلے تم لوگوں میں ایک عمر بسر کر چکا ہوں کیا تم سمجھتے نہیں" چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلیٰ اخلاق پر پیدا فرمایا تھا اس لئے آپ ﷺ نے واضح فرمایا کہ میں حسنِ اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ بنا بریں حیاتِ انسانی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس کا نمونہ آپ کی سیرت میں موجود نہیں ہے۔ آپ نے حسنِ اخلاق کو دین کا جزو لازم قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ دین احکامِ خداوندی کی عظمت اور خلقِ خدا سے شفقت کا نام ہے اور یہ بھی کہ جس کا اخلاق اچھا ہے وہی ایمان کی تکمیل پر ہے، مولا کریم ہم سب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اقبال کہ وہ ہلالِ مشرق بھی تھے اور کلیمِ ایشیا بھی۔ اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یوں تاکید کر رہے ہیں کہ "یادِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کثرت سے اور ایسے انداز میں کی جائے کہ انسان کا قلب، نبوت کے مختلف پہلوؤں کا خود مظہر ہو جائے یعنی آج سے تیرہ سو سال پہلے جو کیفیت سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ مقدس سے ہویدا تھی وہ آج ہمارے قلوب کے اندر پیدا ہو جائے جسے مولانا رومؒ دیدِ دوست" سے تعبیر فرماتے ہیں"۔

حوالہ جات، مقالات پانچویں سیرت کانفرنس

۱۔ ابتدائیہ، سیرۃ خیر الانام ﷺ شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ جامعہ پنجاب، ڈاکٹر محمود الحسن عارف، ص ۳۷،

۲۔ نگارشات شورش، مولف، پروفیسر محمد اقبال جاوید،

۳۔ مولانا ابوالکلام آزاد، تقریر جامع مسجد دہلی، ۱۹۴۷ء

۴۔ حافظ نذیر احمد، پرنسپل شبلی کالج لاہور، مقالہ: حضرت محمد ﷺ، سب کے اور سب کے لئے

۵۔ سید فیض الحسن فیضی، مقالہ: اتباع رسول ﷺ کیوں؟

۶۔ پروفیسر محمد اسلم، شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی، مقالہ: حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت کا مطالعہ سب کیلئے ضروری ہے

۷۔ پروفیسر غازی احمد پرنسپل گورنمنٹ کالج بوچھال کلاں، مقالہ سیرت مصطفیٰ ﷺ میں عصر حاضر کے لئے پیغام

۸۔ ڈاکٹر خالد علوی، شعبہ اسلامیات پنجاب یونیورسٹی، مقالہ: حضور اکرم ﷺ، مربی و مزکی،

۹۔ پروفیسر عبدالجبار شیخ، صدر شعبہ اسلامیات، جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ، مقالہ ایضاً

۱۰۔ ڈاکٹر سید محمد عبداللہ، چیئرمین اردو دائرہ معارف اسلامیہ، کلیدی خطبہ

۱۱۔ سید فیض الحسن فیضی، مقالہ: اتباع رسول ﷺ کیوں؟

۱۲۔ پروفیسر عبدالقیوم، اردو دائرہ معارف اسلامیہ مقالہ، معاشرے کی تشکیل میں سیرت النبی ﷺ کی اہمیت،

۱۳۔ جسٹس کریم اللہ درانی، مقالہ: سیرت نبوی ﷺ میں عصر حاضر کے لئے پیغام،

۱۴۔ لفٹیننٹ کرنل عبدالغفور، مقالہ ایضاً

۱۵۔ پروفیسر محمد اسلم مقالہ حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت کا مطالعہ سب کے لئے ضروری ہے

حوالہ جات، مقالات چھٹی سیرت کانفرنس

(۱)	کلیدی خطبہ	جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن
(۲)	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلم اخلاق۔	مولانا عبداللہ خلجی
(۳)	نعت عظمیٰ۔	مولانا محمد شفیع اوکاڑوی
(۴)	اخلاق کے میدان میں آنحضور ﷺ کی امتیازی شان عدل واعتدال	ڈاکٹر اسرار احمد
(۵)	دین مصطفوی ﷺ۔	مولانا سعید الدین شیرکوٹی
(۶)	خلق عظیم۔	محمد صلاح الدین
(۷)	حضور اکرم ﷺ بحیثیت معلم اخلاق	مفتی وقار الدین
(۸)	معلم اعظم ﷺ	مولانا صدر الدین الرفاعی
(۹)	حضور اکرم ﷺ بحیثیت معلم اخلاق	جناب عنایت اللہ
(۱۰)	حضور ﷺ کے اخلاق عظیمہ	پروفیسر شیخ عبدالجبار
(۱۱)	حکیم انسانیت ﷺ	مولانا کفایت حسین نقوی
(۱۲)	اخلاقی تربیت کا نبوی منہاج	ڈاکٹر الٰہی بخش جاراللہ
(۱۳)	حضور ﷺ بحیثیت معلم اخلاق	پروفیسر فضل حق میر